ابوالاسجد محمد صدیق رضا

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کا ایک اصول
اور تکذیبِ حدیثِ رسول

فرقہ مسعودیہ: نام نہاد جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے بانی مسعود احمد بی ایس سی صاحب نے ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء کو دوسری مرتبہ اپنے فرقہ کی بنیاد رکھی اور پھر اس کے متعلق طرح طرح کے دعوے کئے، مثلاً اسے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جماعت قرار دیا۔

(دیکھئے جماعت المسلمین کے متعلق غلط فہمیاں اوران کا ازالہ ص۲)

اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود ساختہ بشارت بناتے ہوئے لکھا:

''جماعت المسلمین کو بشارت'' (ہمارا نام صرف ایک ص۷)

اور اپنی بنائی ہوئی اس جماعت کے بارے میں اس قدر غلو اور تعصب کا شکار ہوئے کہ اس میں شامل نہ ہونے والے جمیع اہلِ اسلام کو ''فرقے'' قرار دے کر انھیں امتِ مسلمہ سے خارج قرار دے کر لکھا:

''غلط فہمی: جماعت المسلمین اور تمام فرقے امت مسلمہ میں شامل ہیں۔

ازالہ: امت میں تو بے شک شامل ہیں لیکن امتِ مسلمہ میں شامل نہیں۔''

(وقار صاحب کا خروج ص۶)

دیکھئے کس قدر بے باکی سے اپنے قائم کردہ فرقے کے علاوہ بقیہ تمام لوگوں کی امتِ مسلمہ میں شمولیت کی نفی کر دی اور بیک جنبشِ قلم اپنی پارٹی کے علاوہ پوری کی پوری امتِ اجابت کو امتِ مسلمہ سے خارج قرار دے دیا۔

حالانکہ امت میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو کفر وضلالت اور شرک وبدعت سے کوسوں دور خالصتاً قرآن وسنت کو اپنا مطمحِ نظر بنائے ہوئے، پوری دلجمعی کے ساتھ اُس پر عمل پیرا ہیں لیکن مسعود صاحب کے خود تراشیدہ، اُن کے ایجاد کردہ اصولوں کے مطابق ''وہ اُمتِ مسلمہ

میں شامل نہیں'' ان کے فتاویٰ جات اور اصولوں کی روشنی میں غور کیا جائے تو گذشتہ چودہ صدیوں میں خال خال ہی امتِ مسلمہ کا وجود ملتا ہے جو سرِ دست ہمارا موضوع نہیں۔

اس وقت تو ہمارا مقصود ان کے ایک ایسے اصول کا تذکرہ کرنا ہے جس سے مخبرِ صادق، امامِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح اور ثابت شدہ حدیث کی تکذیب وتغلیط لازم آتی ہے، نعوذ باللہ وہ جھوٹ ثابت ہوتی ہے۔!!

راقم الحروف کئی بار یہ اشکال مسعود صاحب کی زندگی میں، اس کے بھیانک نتائج کے ساتھ مسعود احمد صاحب کے سامنے عرض کر چکا ہے۔ لیکن وہ نہ تو اس کا کوئی معقول حل پیش کر سکے اور نہ اپنے اس خطرناک اصول کا انکار کیا حتیٰ کہ ان کی موت کے بعد آج تک ان کا یہ اصول ان کی تحریرات میں جوں کا توں شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔

اُن کے بعد اُن کی جماعت کے کئی ایک سرکردہ لوگوں کے سامنے بھی یہ بات رکھی لیکن محض الفاظ میں حق بات کی پیروی کا بہت زیادہ پرچار کرنے والے، اپنی حق پرستی کا دم بھرنے والے کبھی حق بات ماننے کے لئے تیار ہوئے اور نہ اس خطرناک اصول کے انکار پر آمادہ ہوئے۔ (الا ماشاءاللہ)

بلکہ اپنے بانیٔ فرقہ کے دفاع میں مختلف حیلے بہانے اور رکیک و باطل تاویلات کا سہارا لیا اور اپنے بانی امام مسعود صاحب کے اس اصول کو سینے سے لگائے رکھا۔ گویا عملاً رسول اللہ ﷺ کے صحیح ثابت شدہ فرمان کی تکذیب وتغلیط تو برداشت کر گئے لیکن اس فرمان سے ٹکرانے والے اور اس کے نتیجہ میں مسعود صاحب کے باطل ثابت ہونے والے اصول کو غلط اور باطل تسلیم نہیں کیا، یقیناً بلا شک وشبہ یہ رویہ غلط اور متکبرانہ ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((**الکبر بطر الحق وغمط الناس**))

تکبر یہ ہے کہ حق بات کو جھٹلایا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ (صحیح بخاری: ۹۱)

سطورِ ذیل میں ہم بطور نصیحت وخیر خواہی ان کے اس ''اصول'' کی حقیقت عرض کریں گے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو حق بات قبول کرنے، اپنانے اور اس کے برملا

اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وہ اصول کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے، مسعود صاحب نے لکھا ہے:

''لغوی اعتبار سے فرقہ آپ جسے چاہے کہہ لیں، لیکن اصطلاحی لحاظ سے فرقہ وہ ہے جس نے اصل راستہ سے افتراق کیا، اپنے مذہب کے لئے علیحدہ اصول وفروع بنائے، اپنی کتابیں علیحدہ بنالیں۔ اپنا فرقہ وارانہ نام بھی علیحدہ رکھ لیا'' (فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے ص۲)

اسی طرح مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''فرقہ تو علیحدہ امتیازی فرقہ وارانہ نام سے بنتا ہے، اس کے نظریات بھی ''جماعت المسلمین'' سے نکلنے کے بعد ملحدانہ، باغیانہ، مشرکانہ، کافرانہ اور جماعت المسلمین کے نظریات کے خلاف ہوتے ہیں۔ ہمارا فرقہ نہ جماعت المسلمین یا الجماعۃ سے نکلا، نہ اس کے عقائد بدلے اور نہ اس نے اپنا نام بدلا'' (الجماعۃ ص۶۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''نہ جماعت کا فرقہ وارانہ نام ہے نہ فرقہ وارانہ امام ہے اور نہ مذہب، پھر یہ فرقہ کیسے ہوئی''

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۳۶ شائع کردہ ۱۴۱۶ھ)

اسی کتابچہ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''دینی جماعت وہ نہیں جو فتوؤں اور قیاسوں پر چلتی ہو اور جس نے نام بھی اپنا خود رکھا ہو ایسی جماعت کو دینی جماعت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔'' (ایضاً ص۳۵)

ان اقتباسات پر غور کیجئے تو واضح ہوگا کہ مسعود صاحب کے نزدیک جن باتوں کی وجہ سے ''اصطلاحی فرقہ'' بن جاتا ہے اُن میں دیگر وجوہات کے علاوہ ایک وجہ ''نام'' رکھنا بھی ہے اور پھر محض نام رکھنے سے بھی ان کے ہاں ''فرقہ'' بن جاتا ہے، خواہ کسی کو فرقہ وارانہ امام نہ بھی بنایا گیا ہو اور نہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر اپنا کوئی منہج بنایا ہو لیکن محض نام رکھ لینے ہی سے وہ گروہ فرقہ بن جاتا ہے۔

اپنے اسی تراشیدہ وخودساختہ ''اصول'' کی بنا پر مسعود صاحب اور ان کے قائم کردہ

فرقے کے لوگ ''اہلِ حدیث'' کو بھی اصطلاحی فرقہ قرار دیتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ لوگ نہ تو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کو واجب الاتباع امام مانتے ہیں، نہ وہ کسی امام کے مقلد ہیں اور نہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر ان کا کوئی خاص مذہب ہے۔ لیکن ان کے زعم کے مطابق یہ لوگ اہلِ حدیث نام رکھ کر اصل راستہ سے افتراق کرکے فرقہ بن گئے ہیں۔!

قصہ مختصر کہ مسعود صاحب کے نزدیک محض کوئی لقب یا نام رکھ لینے سے بھی فرقہ بن جاتا ہے اور یہی ان کا اور ان کی بنائی ہوئی جماعت کا نظریہ ہے، جو اُن کے لٹریچر میں تا دمِ تحریر موجود ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم ان کے اس اصول کا ابطال کریں، بطورِ جملہ معترضہ ایک بات عرض کرتے ہیں، وہ یہ کہ مسعود صاحب کا یہ دعویٰ ہے:

''ہم تو صرف وہی کہتے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث میں ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے''

(امیر کی اطاعت ص ۲۹)

سوال صرف اتنا ہے کہ آپ نے جو یہ ''اصول'' بنایا کہ ''نام رکھنے سے بھی فرقہ بن جاتا ہے'' یہ بات قرآن مجید کی کس آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ جواب دیتے وقت اپنے اس دعویٰ کو بھی مدنظر رکھئے گا کہ جس میں کہا گیا:

''جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جس کے پاس خالص دین ہے، اس میں کسی کے فتوے، اجتہاد، رائے اور قیاس کی آمیزش قطعاً نہیں ہے'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص ۴)

جب کسی کی بھی رائے، قیاس، اجتہاد کی آمیزش نہیں اور اگر واقعی نہیں تو خود مسعود صاحب کے بھی قیاس، اجتہاد و رائے کی آمیزش نہیں ہونی چاہیے۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ نہیں ہے تو پھر ان کے اس اصول کا، اس فتوے کا حوالہ قرآن وحدیث سے پیش کیجئے، اگر نہ کر سکے اور قطعاً نہ کر سکیں گے تو اپنے اس دعوے کا باطل ہونا تسلیم کیجئے یا اس سے دست بردار ہو جائیے۔ اب چلتے ہیں اصل موضوع کی طرف:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين و**

سبعين ملة و إن هٰذه الملّة ستفترق على ثلاثٍ و سبعين: ثنتان و سبعون فى النار و واحد فى الجنة و هي الجماعة))

بے شک تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی بہتر جہنم میں اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ الجماعۃ ہے۔

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے شائع کردہ کتابچہ ''دعوتِ تحقیق'' میں اس حدیث کی تخریج کچھ اس طرح سے ہے:

''سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ/ باب اج ۴ص ۱۹۸/ح: ۴۵۹۷، صحیح ابی داؤد: ج ۳/ص ۸۶۹ ح: ۳۸۴۳ وحسنہ البانی، مسند احمد، ج ۴ص ۱۰۲، سنن دارمی، کتاب السیر باب ۷۵ ج ۲ص ۱۵۸، ح: ۲۵۲۱، المستدرک، کتاب العلم ج ۱ص ۱۲۸ وقال الحاکم وقد ساقہ عقب ابی ہریرۃ المتقدم: ھذہ اسانید تقام بھا الحجۃ فی تصحیح ھذا الحدیث ووافقہ الذہبی، مصابیح السنۃ، کتاب الایمان باب: ۵ ج ۱ص ۱۶۱ ح: ۱۳۵....وصحہ مسعود احمد'' (دعوت تحقیق ص ۱۹)

معلوم ہوا کہ خود مسعود احمد صاحب بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے۔ ان کے کئی ایک کتابچوں میں یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ اس حدیث میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ اہلِ کتاب ''بہتر'' فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ پیشین گوئی ہے۔

یہ صرف ہمارا ایمان و پختہ یقین ہی نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت بھی ہے کہ چودہ سو سال سے آج تک رسول اللہ ﷺ کی جتنی اور جو جو پیشین گوئیاں احادیثِ صحیحہ ثابتہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پیش گوئی نہ غلط ثابت ہوئی نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والا شخص مؤمن نہیں ہو سکتا، چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ اور یہ (نبی ﷺ) اپنی طرف سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ (النجم: ۳،۴)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات سنا کرتا اُسے یاد کر لینے کے ارادے سے لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے بعض لوگوں نے مجھے اس عمل سے روکا اور کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں (بتقاضائے بشریت) آپ کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور کبھی ناراضی یا غصے میں ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے اپنی (بابرکت) انگلی سے اپنی مبارک زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ((**اكتب فو الذي نفسي بيده! ما يخرج منه إلا حق**))

لکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے حق بات کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔ (سنن ابی داود: ۳۶۴۶، ورواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۱۸۶ ح ۳۵۷، والنسخۃ القدیمہ ج ۱ ص ۱۰۴، وقال: ''ھذا حدیث صحیح الاسناد'' ووافقہ الذہبی)

لہٰذا کوئی ایمان والا تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی ثابت شدہ کوئی ایک پیش گوئی بھی غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں لیکن رجسٹرڈ جماعت المسلمین کے بانی مسعود صاحب نے ''فرقے'' کی تعریف کے سلسلے میں جو موقف اپنایا، اُس سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ثابت شدہ پیش گوئی (معاذ اللہ) غلط ثابت ہوتی ہے۔

چونکہ ان کے اصول کے مطابق جس کسی نے چھوٹی بڑی کوئی پارٹی، تنظیم، جماعت، انجمن، بزم، اکیڈمی اور ادارہ وغیرہ بنایا، اُس کا کوئی نام رکھا، وہ ایک مستقل اصطلاحی فرقہ بن گیا، خواہ انکے عقائد ونظریات، اصول وفروع پہلے سے موجود کسی گروہ سے کلیتاً مطابقت رکھتے ہوں، دین کے تمام امور میں مکمل موافقت ہو، اُن کا ان معاملات میں کوئی اختلاف بھی نہ ہو لیکن محض مزاج کے اختلاف یا طریقہ کار کے اختلاف یا سیاسی وانتظامی امور میں اختلاف کی وجہ سے اپنی علیحدہ تنظیم یا تحریک بنا ڈالی اور اس کا ایک نام بھی رکھ لیا تو ہمارے نزدیک تفریق فی الملۃ کی وجہ سے وہ غلطی کا مرتکب ہوگا لیکن مسعود صاحب اور ان کی بنائی ہوئی جماعت کے اصول کے مطابق وہ باقاعدہ مستقل ایک فرقہ بن جاتا ہے۔ عملاً بھی یہ

لوگ اپنے اسی خود ساختہ اصول پر قائم ہیں۔ اپنی پارٹی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے ان کی طرف سے ''تلاشِ حق اور دینِ اسلام کی تحقیق کے لئے دینِ اسلام کی روشنی میں کچھ سوالات'' کے زیرِ عنوان ان کا ایک ہینڈ بل شائع ہوتا رہا پھر کافی عرصہ بعد معمولی تبدیلی کے ساتھ ''تلاشِ حق کے سلسلہ میں کچھ سوالات'' کے عنوان سے چند ورقی کتابچہ کی شکل میں شائع کیا۔ اس میں سنن ابی داود کی مذکورہ بالا تہتر فرقوں والی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے: ''سنن ابی داوٗد کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے تہتر (۷۳) حصوں میں تقسیم ہو جانے کی پیش گوئی فرمائی ہے اور یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ان تہتر فرقوں میں بہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور آگے فرمایا ''**وھـــــي الجماعة** ''(اور وہ جماعت ہوگی) اس جنت میں جانے والی ''الجماعۃ'' سے مسلمانوں کے موجودہ فرقوں میں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ ''(تلاشِ حق کے سلسلے میں کچھ سوالات ص۴ ہینڈ بل ص۲)

اس سوال کے بعد مختلف تنظیموں کے چند نام دیئے ہوئے ہیں جن میں کئی کئی نام ایک ہی مکتبۂ فکر کی مختلف تنظیموں کے ہیں۔ سب سے پہلے جن چھ (۶) ناموں کا ذکر ملتا ہے انھیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) جماعت اہلحدیث (۲) جمعیت اہلحدیث

(۳) مرکزی جمعیت اہلحدیث (۴) جماعتِ شبانِ اہلحدیث

(۵) جماعت انجمن اہلحدیث (۶) جماعت غرباء اہلحدیث

اب دیکھئے یہ چھ تنظیمیں اہلحدیث کی ہیں لیکن مسعود صاحب اور ان کی جماعت کے لوگوں نے اُسے چھ علیحدہ علیحدہ مستقل فرقے شمار کیا اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ سوال پوچھا کہ اس جنت میں جانے والی ''الجماعۃ'' سے مسلمانوں کے موجودہ فرقوں میں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟

حالانکہ اصل وحقیقت کے اعتبار سے یہ چھ کی چھ تنظیمیں ایک ہی جماعت ہے نہ کہ چھ علیحدہ علیحدہ مستقل فرقے۔ لیکن رجسٹرڈ جماعت نے انھیں اپنے اصول کے مطابق چھ

مستقل فرقے باور کرانے کے لئے علیحدہ علیحدہ شمار کیا اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھا کہ ان میں سے جنت میں جانے والی ''الجماعۃ'' کونسی ہے؟ حالانکہ اپنی اصل وحقیقت کے اعتبار سے یہ ایک ہی جماعت ہے نہ کہ چھ مستقل ومختلف فرقے۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب: اب کسی کے ذہن میں یہ اشکال آ سکتا ہے کہ جب یہ علیحدہ علیحدہ تنظیمیں ہیں، ان کے امراء علیحدہ علیحدہ ہیں، تنظیمی ڈھانچہ وامور علیحدہ ہیں تو پھر یہ سب مل کر ایک ہی جماعت کس طرح ہوئے؟

جواب: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امتِ مسلمہ واضح طور پر دو بڑے حصوں میں بٹ گئی۔ خود مسعود صاحب بھی اس کے معترف رہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے (لیکن حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی، یہ اختلاف بھی درحقیقت اُسی سازش کا کارنامہ تھا جو اسلامی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے کی گئی تھی)

حضرت علی کا خلوص اور اختلاف سے کراہت: ''حضرت علیؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے امراء اور قاضیوں کو ہدایت کی کہ جس طرح تم اب تک فیصلہ کرتے رہے ہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں (اختلاف ختم کرنا میری سب سے اہم ذمہ داری ہے اور میں اسی کوشش میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ تمام لوگ ایک جماعت بن جائیں یا میں (اسی کوشش وجدوجہد میں) مر جاؤں جس طرح میرے ساتھی مر گئے''

(تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۲۶۸)

اور پھر یہ تو معلوم ومعروف اور مشہور بات ہے کہ ان میں صلح کی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں یہاں تک کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب زمامِ خلافت سیدنا ومحبوبنا حسن رضی اللہ عنہ نے سنبھالی پھر صلح ہوئی۔ مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، خلیفہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی طرف چلے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے (جب اس لشکر کو

دیکھا تو) حضرت معاویہؓ سے کہا ''میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جب تک وہ اپنے حریفوں کو قتل نہ کرلیں پیٹھ نہ پھیریں گے (کیونکہ ان کا مقصد ہی قتل وخونریزی ہے، فتنہ و فساد برپا کرنا ہے جیسا کہ وہ اس سے پہلے مختلف مقامات مثلاً جمل وصفین میں کر چکے ہیں) ''
حضرت معاویہ نے کہا ''اے عمروؓ اگر ان لوگوں نے اُن لوگوں کو قتل کر ڈالا اور اُن لوگوں نے ان کو قتل کر ڈالا تو پھر میرے پاس رعایا کا انتظام کرنے والا کون باقی رہے گا، ان کی عورتوں کا انتظام کون کریگا، ان کے مالوں کا انتظام کون کرے گا۔ حضرت عمروؓ نے کہا میں (کرسکتا ہوں لیکن صلح بہتر ہے) حضرت معاویہؓ نے دوقرشی آدمیوں کو.... بلایا اور اُن سے کہا تم جا کر حضرت حسنؓ سے صلح کی بات چیت کرو اور انہیں صلح کی دعوت دو، وہ دونوں حضرت حسنؓ کے پاس گئے اور اُن سے بالمشافہ گفتگو کی اور انہیں صلح کی دعوت دی۔ حضرت حسنؓ نے کہا: 'ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں (ہمیں تو مال کی خواہش نہیں) ہم نے تو اس مال سے تکلیف ہی اٹھائی ہے لیکن یہ جماعت خونریزی میں مبتلا ہو چکی ہے....اُن دونوں نے کہا معاویہؓ تو آپ سے صلح چاہتے ہیں اور آپ سے اس کی درخواست کرتے ہیں....حضرت حسنؓ نے کہا اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ ان دونوں نے کہا: ''ہم آپ کے سامنے اس کے ذمہ دار ہیں'' اس کے بعد حضرت حسن نے جو شرط بھی رکھی ان دونوں نے (اس کو منظور کرلیا اور) کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں، الغرض حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور اسی طرح حضرت حسنؓ کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ ''اللہ اس کے ذریعے مسلمین کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادیگا '' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۷۸ تا ۷۷۹)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نیز بقولِ مسعود صاحب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں اس کوشش میں لگا رہوں گا یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت بن جائیں۔ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف تھا اور یہ دو جماعتوں میں تقسیم تھے لیکن دونوں ہی حق پر تھے۔

پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید برسرِاقتدار آیا، اُس نے حکومت

سنبھال لی، اہلِ شام نے یزید کی بیعت کر لی لیکن حجاز مقدس میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی گورنمنٹ کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کی بیعت کر لی، اس طرح امتِ مسلمہ دو بڑی جماعتوں میں بٹ گئی۔

اس سلسلہ میں مسعود صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''حضرت یزیدؒ کے زمانہ کا دوسرا اہم واقعہ واقعہ حرّہ ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کیا۔ اہل مدینہ میں سے (بعض لوگوں نے) حضرت یزیدؒ کی بیعت توڑ دی (اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا) ابن حنظلہ نے (حضرت یزید کے خلاف) بیعت لینی شروع کی۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص۷۹۰)

مسعود صاحب مزید لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں نے مدینہ منورہ میں حضرت یزیدؒ کے خلاف بغاوت کی اور حرّہ کا واقعہ پیش آیا، باغیوں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ (اس کے بعد حضرت یزیدؒ) کی فوجوں نے مکہ معظّمہ کا رُخ کیا حضرت ابن زبیرؓ کے حامیوں سے شامی فوج کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں بیت اللہ جل گیا، اور اس کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا (اس سرسری مقابلہ کے بعد شامی فوج واپس چلی گئی) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو اُسی حال میں رہنے دیا تا کہ جو لوگ حج کو آئیں وہ بھی اپنی آنکھوں سے کعبہ کی بے حرمتی دیکھ لیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ارادہ یہ تھا کہ لوگوں کی آزمائش کریں (کہ ان میں کتنی ایمانی حمیت ہے) اس طریقہ سے وہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف جرأت دلانا چاہتے تھے...'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص۷۹۲)

افسوس کہ یزیدی لشکر نے مکہ پر حملہ کیا، ان کے سیاہ کرتوتوں کے نتیجہ میں کعبہ جل گیا، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ اسے اسی طرح رہنے دیا تا کہ لوگ اپنی آنکھوں سے یزیدی لشکر کے ظلم و بربریت و اسلامی حمیت کے فقدان کا مشاہدہ کر لیں اور ان کی ایمانی حمیت جاگے، وہ ان سے نفرت کریں لیکن مسعود صاحب پر یزیدی محبت ایسی غالب و حاوی رہی کہ ایمانی حمیت بیدار نہ ہوئی، کعبہ جل گیا، بیت اللہ کی حرمت پامال ہوئی، اس کی بے

حرمتی ہوئی لیکن مسعود صاحب بین القوسین اپنے محبوب یزیدی لشکر کے دفاع میں یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ ''اس سرسری مقابلہ کے بعد شامی فوج واپس چلی گئی''

اس وضاحتی جملہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسعود صاحب اور ان کی پارٹی کو شعائر اللہ سے کتنی محبت ہے اور یزید و یزیدی لشکر سے کس قدر؟!

افسوس کعبہ جل گیا لیکن مقابلہ سرسری ہی رہا۔ !! **إنا للّٰه و إنا إليه راجعون**

(نوٹ: یزید کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے الاستاذ المحترم الشیخ ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب ''دعوتِ قرآن وحدیث کے نام پر قرآن وحدیث میں تحریف'' ملاحظہ کیجئے۔)

اسی طرح مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''(حضرت یزیدؒ کی وفات کے بعد) ابن زیاد اور مروان شام پہنچے، قراء یعنی خارجی بصرہ پہنچے اور حضرت ابن زبیرؓ مکہ پر قابض ہو گئے (ان حالات میں جبکہ حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں رہی تھی حضرت ابن زبیرؓ نے امت کی بہبودی کے خیال سے حکوت خود سنبھالنے کا ارادہ کر لیا، انہوں نے حضرت مروان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اسی بنیاد پر) انہوں نے حضرت عبدالملک کی بیعت نہیں کی بلکہ اپنی (خلافت کا اعلان کر دیا اور) بیعت لینی شروع کی۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص۷۹۸)

اب دیکھیں! سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ ومدینہ پر حکومت کی، ان کی حکومت اور ان کے بیعت کرنے والے علیحدہ تھے۔ یزید، مروان اور عبدالملک بن مروان اپنے اپنے دورِ حکومت میں علیحدہ علیحدہ تھے، ان کی بیعت کرنے والوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، کوئی اہلِ ایمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہونے کی بنا پر کافر ومشرک ہو گئے تھے، نعوذ باللہ ان میں سے ایک جماعت اسلام پر اور دوسری صریح کفر پر تھی، نہیں دونوں میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً حق والی جماعت میں شامل تھے، درحقیقت ایک ہی جماعت تھے، چونکہ انکے عقائد ونظریات ایک ہی تھے، اس سے اس اشکال کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے کہ تنظیمی ڈھانچوں کے علیحدہ ہو جانے سے یا علیحدہ علیحدہ نظم ونسق قائم کرنے سے دو

فرقے نہیں بن جاتے، جب تک عقائد ونظریات علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں۔ چونکہ ہر دو گروہوں میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کو علیحدہ علیحدہ جماعتیں اور امتیں نہیں سمجھا، نہ ''فرقہ بندی کفر شرک ہے'' کا فتویٰ لگا کر ایک دوسرے سے اعتزال وعلیحدگی کا حکم دیا۔

اس طرح کی بات کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی نہیں ملتی تو گویا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور آخری عمر میں مسعود صاحب بھی اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجیت کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ انھوں نے لکھا:

''کسی دینی فعل پر اجماعِ صحابہ بھی حجت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کے فعل کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ سرچشمہ سنت ہی ہو سکتی ہے۔ ''وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ'' اور جنھوں نے مہاجرین اور انصار کی خوبصورتی یا خلوص کے ساتھ پیروی کی (توبہ)

اس سے اجماعِ صحابہ پر استدلال ہو سکتا ہے۔'' (وقار علی صاحب کا خروج ص ۷)

اشکال اور اس کے جواب کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ مسعود صاحب کے نزدیک نام رکھنے سے ہی ایک علیحدہ مستقل فرقہ بن جاتا ہے، خواہ عقائد و نظریات ایک ہی ہوں۔ اپنے اسی اصول کے مطابق وہ فیصلے فرماتے تھے اور اپنے مخالفین پر حجت قائم کرتے تھے۔ اب دیکھئے، برصغیر پاک وہند میں دو گروہ حنفی ہونے کے مدعی ہیں:

(۱) دیوبندی گروہ (۲) بریلوی گروہ

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس کتابچہ اور پمفلٹ میں ہر دو گروہوں کی مختلف تنظیموں کو علیحدہ علیحدہ فرقے شمار کیا گیا ہے مثلاً دیکھئے:

''(۸) تبلیغی جماعت (۱۱) اشاعت التوحید والسنہ

(۱۲) جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ (۱۳) جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ

(۱۸) انجمن سپاہ صحابہ (۲۰) دیوبندیوں کی حیاتی عقیدہ کی حامل جماعت

(۲۱) دیوبندیوں کی مماتی عقیدہ کی حامل جماعت'' (تلاشِ حق کے سلسلے میں کچھ سوالات ص ۵)

فہرستِ بالا میں صرف ایک دیوبندی فرقے کو سات (۷) علیحدہ علیحدہ فرقے شمار کیا

گیا ہے، حالانکہ عقائد ونظریات، اصول وفروع کے اعتبار سے یہ سب ایک ہی فرقہ بنتے ہیں نہ کہ سات (۷) علیحدہ علیحدہ فرقے۔

اس کے بعد بریلوی فرقے کی تنظیمیں کچھ اس طرح تحریر ہوئی ہیں:

(۱۴) جمیعت علماء پاکستان نورانی گروپ (۱۵) جمیعت علماء پاکستان نیازی گروپ
(۱۶) جماعت منہاج القرآن (۲۹) مختلف گدی نشینوں کی مختلف جماعتیں (ایضاً ص ۵)

ویسے تو رجسٹرڈ جماعت کی اس فہرست میں صرف بریلوی فرقے کی چار مختلف تنظیموں کو چار علیحدہ علیحدہ فرقے قرار دیا گیا ہے اور پھر آخر میں جو لکھا: ''مختلف گدی نشینوں کی مختلف جماعتیں'' بلا مبالغہ ہزار ہا مزارات ہیں اور انکے ہزاروں گدی نشین تو اسطرح ان گدی نشینوں کی ہزاروں جماعتیں ہوئی۔ گویا جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق ایک بریلوی فرقہ کے ہی ہزاروں مستقل وباقاعدہ فرقے ہیں۔

اس بحث واعداد وشمار کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام ان کے اس اصول کو بخوبی سمجھ لیں کہ رجسٹرڈ جماعت کے ہاں اگرچہ مختلف تنظیموں کے عقائد ونظریات، اصول ایک ہی ہوں لیکن مختلف مقاصد یا وجوہات (خواہ وہ درست ہوں یا غلط) کی بنیاد پر بننے والے مختلف فرقوں کی مختلف تنظیمیں یا ان کی ذیلی تنظیمیں ''علیحدہ نام رکھ لینے کی وجہ سے'' علیحدہ و مستقل فرقے ہیں۔ ان کے اس ''نام رکھ لینے'' والے اصول پر تو امت میں بے شمار فرقے بن جائیں گے، ہم بطور ثبوت (بطورِ الزام) چند نام پیش کئے دیتے ہیں:

اہلِ حدیث کے ''فرقے'':

(۱) جماعتِ اہلحدیث (۲) جمیعت اہل حدیث
(۳) مرکزی جمیعت اہلحدیث (۴) متحدہ جمیعت اہلحدیث
(۵) جماعت انجمن اہلحدیث (۶) جماعتِ اہلحدیث پاکستان
(۷) جمیعت اہلحدیث سندھ (۸) جمیعت علماء اہلحدیث

(۹) جماعت مؤتمر اہلحدیث	(۱۰) جماعت مجاہدین پاکستان
(۱۱) مرکز الدعوۃ والارشاد	(۱۲) حرکۃ الدعوۃ والجہاد
(۱۳) انصار السنۃ المحمدیہ	(۱۴) تنظیم طلباء سلفیہ
(۱۵) اہلحدیث یوتھ فورس	(۱۶) اہلحدیث اسٹوڈنٹس فیڈریشن
(۱۷) طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد	(۱۸) سلفی تحریک
(۱۹) تبلیغی جماعت اہلحدیث	(۲۰) جمعیت اہلحدیث ٹرسٹ کراچی
(۲۱) صراط مستقیم ویلفیئر ٹرسٹ	(۲۲) جماعۃ الدعوۃ
(۲۳) طلباء جماعۃ الدعوۃ	(۲۴) لشکر طیبہ کشمیر
(۲۵) تحفظ ناموس رسالت تحریک	(۲۶) تحفظ حرمتِ قرآن تحریک
(۲۷) تحریک محمدی	(۲۸) جمعیت نوجوانان اہلحدیث
(۲۹) جماعۃ الدعوۃ الی القرآن والسنہ	(۳۰) تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنہ
(۳۱) حزب المسلمین کیماڑی	(۳۲) اخوان حزب اللہ کیماڑی
(۳۳) مرکز الدعوۃ السّلفیہ	(۳۴) تنظیم اہلحدیث
(۳۵) تحریک نفاذ قرآن وسنت	(۳۶) تحریک نفاذ شریعت محمدی (!)
(۳۷) متحدہ اہلحدیث کونسل	(۳۸) تحریک اہل حدیث
(۳۹) غرباء اہلحدیث	(۴۰) شبان اہلحدیث
(۴۱) تحریک المجاہدین	(۴۲) اہلحدیث سپریم کونسل

واضح رہے کہ ان میں سے بہت سی تنظیموں کا اب وجود ہی نہیں رہا جیسے (۱) اہلحدیث سپریم کونسل (۲) تحریک محمدی (۳) تحریک نفاذ قرآن وسنت (۴) سلفی تحریک کراچی (۵) مؤتمر اہلحدیث (۶) حزب المسلمین (۷) اخوان حزب اللہ
(۸) مرکز الدعوہ والارشاد (۹) طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد (۱۰) تنظیم اہلحدیث
(۱۱) حرکۃ الدعوۃ والجہاد وغیرہ اور بعض تنظیمیں بعض تنظیموں کی ذیلی تنظیمیں ہیں جیسے

اہلحدیث یوتھ فورس مرکزی جمعیت اہلحدیث کی یوتھ ونگ اور اہلحدیث اسٹوڈنٹس فیڈریشن اس کی اسٹوڈنٹس ونگ ہے۔اسی طرح بعض دیگر کا معاملہ ہے۔واللہ اعلم

دیوبندی فرقے:

(۱) جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ (۲) جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ
(۳) جمعیت علماء اسلام سمیع الحق گروپ (۴) تبلیغی جماعت
(۵) حرکۃ المجاہدین (۶) حرکۃ الانصار (۷) حرکۃ الجہادالاسلامی
(۸) جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹) سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم (۱۰) ملتِ اسلامیہ
(۱۱) انجمن خدام الدین (۱۲) سنی مجلس عمل (۱۳) جماعت اشاعت التوحیدوالسنہ
(۱۴) جمعیت طلباء اسلام (۱۵) تحریک نفاذ فقہ حنفیہ (۱۶) الحمد ٹرسٹ
(۱۷) صدیقی ٹرسٹ (۱۸) عالمی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت
(۱۹) عالمی مجلس ختم نبوت (۲۰) سواد اعظم پاکستان (۲۱) فاروق اعظم کمیٹی
(۲۲) دیوبندی حیاتی (۲۳) دیوبندی مماتی (۲۴) حقیقی سنی تحریک
(۲۵) انجمن دفاع امام ابوحنیفہ (۲۶) الفرقان (۲۷) الرشید ٹرسٹ
(۲۸) الاختر ٹرسٹ (۲۹) الانصار ویلفیئر ٹرسٹ (۳۰) عالمگیر ویلفیئر ٹرسٹ
(۳۱) اتحاد اہلسنت پاکستان (۳۲) انجمن دعوت اہل سنت

یہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ بعض تنظیمیں اب باقی نہیں رہیں جیسے سپاہ صحابہ، حرکۃ المجاہدین اور درخواستی گروپ وغیرہ لیکن رجسٹرڈ جماعت المسلمین کے اصول پر نام رکھنے کی وجہ سے وہ مستقل علیحدہ علیحدہ فرقے تھے۔

بریلوی فرقے: (۱) جماعت اہلسنت (۲) جمعیت علماء پاکستان۔نورانی گروپ
(۳) جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ (۴) انجمن سرفروشانِ اسلام
(۵) انجمن طلباء اسلام (۶) انجمن نوجوانان اسلام (۷) جماعت اصلاح المسلمین

(۸) روحانی طلبہ جماعت (۹) جمعیت علماء طاہریہ (۱۰) بزم رضا
(۱۱) حسان نعت کمیٹی (۱۲) انجمن غلامانِ رسول (۱۳) انجمن غلامان غوث
(۱۴) پاکستان عوامی تحریک (۱۵) تحریک منہاج القرآن
(۱۶) انجمن فدایانِ رسول (۱۷) جمعیت الاخلاق (۱۸) جمعیت اشاعت اہلسنت
(۱۹) اصلاحی جماعت (۲۰) محمدی وعظ کمیٹی (۲۱) جماعتِ قادریہ
(۲۲) جماعت نقشبندیہ (۲۳) جماعت چشتیہ (۲۴) جماعتِ سہروردیہ
(۲۵) جماعتِ اویسیہ (۲۶) جماعت الرفاعیہ ٹرسٹ (۲۷) جماعت اشرفیہ
(۲۸) انجمن عاشقانِ رسول (۲۹) دعوتِ اسلامی (۳۰) سنی تحریک
(۳۱) جمعیت المشائخ (۳۲) قادری فاؤنڈیشن (۳۳) برکاتی فاؤنڈیشن
(۳۴) تحریک اہل سنت (۳۵) ورلڈ اسلامک مشن (۳۶) تحریک علماء اہل سنت
(۳۷) حقیقی سوادِ اعظم (۳۸) اہلسنت خدمت کمیٹی (۳۹) انجمن سپاہِ مصطفیٰ
(۴۰) انجمن سپاہِ اولیاء (۴۱) تحریک ذکر وفکر (۴۲) عالمی دعوت اسلامیہ
(۴۳) سنی جماعت القراء (۴۴) بزم صابریہ (۴۵) انجمن انوارالقادریہ

مختلف (سیاسی وغیرہ) فرقے:

(۱) جماعت اسلامی (۲) شباب ملی (۳) پاسبان (۴) الخدمت ٹرسٹ
(۵) پاکستان اسلامک فرنٹ (۶) اسلامک نیشنل فرنٹ (۷) اسلامی جمعیت طلباء
(۸) تحریکِ اسلامی (۹) تحریکِ فکرِ مودودی (۱۰) تنظیمِ اسلامی
(۱۱) انجمن خدام القرآن (۱۲) تحریک خلافت پاکستان (۱۳) متحدہ مجلس عمل
(۱۴) اتحاد بین المسلمین (۱۵) القاعدہ نیٹ ورک (۱۶) طالبان
(۱۷) تنظیم الاخوان (۱۸) حزب التحریر (۱۹) حزب المجاہدین
(۲۰) البرق مجاہدین (۲۱) البدر مجاہدین (۲۲) المصطفیٰ لبریشن فرنٹ

(۲۳) حزب اللہ کیماڑی (۲۴) الہدیٰ انٹرنیشنل

شیعہ و منکرین حدیث کے فرقے:

(۱) اہل القرآن (۲) بزم طلوع اسلام (۳) القرآن دی ریسرچ سینٹر
(۴) تحریک نفاذ فقہ جعفریہ (۵) جعفریہ الائنس (۶) امامیہ اسٹوڈنٹس
(۷) اصغریہ اسٹوڈنٹس (۸) سپاہ اہل بیت (۹) اثناعشریہ (۱۰) نوربخشیہ
(۱۱) بوہری فرقہ (۱۲) اسماعیلیہ (۱۳) زیدیہ (۱۴) ادارہ تدبر قرآن
(۱۵) دانش سرا غامدی گروپ (۱۶) ابوالخیر اسدی گروپ

تکفیری اور مسلمین نام کے فرقے:

(۱) تنظیم ڈاکٹر عثمانی محمد حنیف گروپ (۲) تنظیم ڈاکٹر عثمانی یعقوب علی گروپ
(۳) تنظیم المسلمین محمد ہادی گروپ (۴) تنظیم المسلمین ڈاکٹر بشیر ملتانی گروپ
(۵) جماعت المسلمین رجسٹرڈ (۶) جماعت المسلمین مرغوب عالم گروپ
(۷) جماعت المسلمین اقبال صاحب (۸) جماعت المسلمین عبدالقادر گروپ (کھڈیاں)
(۹) جماعت المسلمین محمد حسین گروپ (۱۰) جماعت المسلمین حکیم عبدالرحمٰن گروپ
(۱۱) جماعت المسلمین خلیفہ ابوعیسیٰ الرفاعی انگلینڈ
(۱۲) جماعت المسلمین خلیفہ وقار علی، دھونا پتی پشاور

سیاسی فرقے: ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ جناب سیاسی فرقوں کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے، تو عرض ہے کہ سیاسی فرقے بھی اسلام کے مدعی ہیں، اس امت کا حصہ ہیں۔ انھوں نے بھی اپنے علیحدہ نام رکھے ہیں اور نام رکھنے کی وجہ سے بانی و جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے ہاں فرقہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہم ان سیاسی فرقوں کا بھی ذکر کر رہے ہیں: (۱) مسلم لیگ، ن (۲) مسلم لیگ پگاڑا (۳) مسلم لیگ چٹھہ
(۴) مسلم لیگ جونیجو (۵) مسلم لیگ، ق (۶) پیپلز پارٹی (۷) پیپلز پارٹی

مرتضیٰ بھٹو (۸) پیپلز پارٹی پیٹریاٹ (۹) نیشنل عوامی پارٹی (۱۰) عوامی نیشنل پارٹی بزنجو گروپ (۱۱) متحدہ قومی موومنٹ (۱۲) مہاجر قومی موومنٹ (۱۳) پاکستان تحریک انصاف (۱۴) ملت پارٹی (۱۵) جئے سندھ (۱۶) جئے سندھ ترقی پسند (۱۷) پختونخواہ ملی عوامی پارٹی (۱۸) بلوچستان نیشنل پارٹی (۱۹) اتحاد ملی ہزارہ (۲۰) مہاجر کشمیر موومنٹ (۲۱) پاکستان عوامی قوت پارٹی (۲۲) نیشنل پیپلز ورکرز پارٹی (۲۳) غریب عوامی پارٹی (۲۴) تحریک مساوات (۲۵) پاکستان مسلم الائنس (۲۶) تحریک استقلال (۲۷) مہاجر اتحاد تحریک (۲۸) سرائیکی صوبہ موومنٹ (۲۹) لنگاہ قوم اتحاد (۳۰) جمہوری وطن پارٹی (۳۱) ڈیموکریٹک الائنس (۳۲) ہزارہ قوم اتحاد (۳۳) بلوچ اتحاد (۳۴) بلوچ رابطہ اتحاد تحریک (۳۵) پاکستان سرائیکی پارٹی (۳۶) پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۷) پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۸) نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۳۹) آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس فیڈریشن (۴۰) بلوچستان لبریشن فرنٹ (۴۱) بلوچستان نیشنل الائنس (۴۲) اسلامی جمہوری اتحاد (۴۳) جوناگڑھ مسلم جماعت اور مختلف قومیتوں کی مختلف جماعتیں۔

یہ سب ملک کر ۲۱۰ سے زیادہ فرقے بنتے ہیں۔اس طرح بانی جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے اس اصول پر رسول اللہ ﷺ کی امت میں دوسو(۲۰۰) سے زائد فرقے بنتے ہیں، وہ بھی صرف اور صرف پاکستان میں۔ اگر باقی اسلامی دنیا کی تنظیموں ، جماعتوں، تحریکوں وغیرہ کے نام بھی جمع کئے جائیں تو یہ سلسلہ ہزاروں پر جا کر رکے گا۔ جبکہ صحیح حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ کی امت میں (صرف) تہتر فرقے ہوں گے۔بس!!

اگر مسعود صاحب اوران کی بنائی ہوئی رجسٹرڈ جماعت کے اس اصول کو درست تسلیم کرلیں کہ نام رکھنے سے بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث وصحیح السند پیش گوئی غلط ثابت ہوتی ہے۔(نعوذ باللہ)

ایک مومن تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ پیشین گوئیاں ہمیشہ ہمیشہ درست ہی ثابت ہوئی ہیں۔ آج تک کوئی بڑے سے بڑا دشمنِ اسلام بھی نبی کریم ﷺ کی کسی پیش گوئی کو نہ غلط ثابت کر سکا ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے۔ لیکن یہ نادان دوست ہی ہیں جو اپنی ذہن پرستی کو تقویت و تسکین پہنچانے کے لئے ایسے نت نئے اصول گھڑ دیتے ہیں کہ جن سے آپ ﷺ کی پیشگوئی کی تکذیب ہوتی ہے۔

اب اس رجسٹرڈ جماعت کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو رسول اللہ ﷺ کے صحیح السند فرمان و پیش گوئی کی تکذیب کے قائل ہو جائیں (معاذ اللہ) یا پھر بانئ جماعت کے اس باطل اصول کو ٹھکرا دیں۔ چونکہ حدیثِ رسول اور مسعود صاحب کا اصول: دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور یہ بات تو رجسٹرڈ کے ہاں بھی مسلم ہے کہ اجتماعِ ضدین باطل ہے۔ ان کے لٹریچر میں کئی بار اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ﴾ کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے یہ اختیار نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو وہ اسے رد کر دے۔ (الاحزاب:۳۶)

اس آیت سے واضح ہے کہ ایمان والے کے پاس تو اختیار باقی نہیں رہتا، اگر رجسٹرڈ جماعت کے افراد اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں تو اپنے اس باطل اصول کا انکار کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر مسعود صاحب کی اطاعت و پیروی فرض نہیں کی نہ مسعود صاحب کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن یقیناً اپنے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کو فرض کیا اور ان کی مخالفت کو حرام قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ خود مسعود صاحب اور بہت سے لوگوں کے سامنے ہم نے یہ بات رکھی، ان میں سے بعض نے یہ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر تجربے کیوں کر رہے ہیں، آپ بلا چُوں وچِرا اس پر ایمان لائیں۔

ممکن ہے کوئی آپ کے سامنے بھی یہی بات رکھ دے۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ الحمدللہ ہم کسی بھی ثابت شدہ صحیح یا حسن حدیث پر تجربے کے بعد ایمان لانے کے قائل نہیں، ہمارا تو صحیح حدیث پر ایمان ہے۔ البتہ مسعود صاحب کے اصولوں پر نہیں چونکہ وہ کوئی معصوم عن الخطاء شخصیت نہ تھے۔

وہ جو بھی اصول پیش کریں گے، ہم انھیں قرآن وحدیث پر پرکھیں گے، اگر وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہوئے، ان پر پورے اترے تو ہم ضرور قبول کرلیں گے لیکن اگر وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوئے بلکہ حدیث کی تکذیب کرنے والے اصول ہوئے تو نہ صرف یہ کہ انھیں ٹھکرا دیں گے بلکہ دلائل کے ساتھ ان کا ابطال بھی کریں گے تا کہ نصیحت وحق بات کو قبول کرنے والے حق قبول کرلیں اور انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا جواب اور انجام سوچ لیں۔

ان میں سے بعض لوگوں نے اس طرح بھی اپنے فرقہ کے بانی وامام کے قول کے دفاع کی کوشش کی کہ آپ اہلحدیث حضرات کی تمام تنظیموں کو ایک ہی شمار کرلیں، اسی طرح دیوبندی، بریلوی اور شیعہ لوگوں کی تمام تنظیموں کو بھی ایک ہی فرقہ شمار کریں تو آپ کا پیش کردہ یہ اشکال ازخود ختم ہو جائے گا۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے کہ شیعہ یا بریلویوں اور دیوبندیوں وغیرہم کی تمام تنظیمیں مل کر ایک ایک فرقہ ہی بنتا ہے، یہ کل تین علیحدہ علیحدہ فرقے ہیں نہ کہ بہت سی تنظیموں کی وجہ سے بہت سے فرقے۔

لیکن یہ مسعود صاحب کے ''اصول'' کے مطابق ممکن نہیں، چونکہ ان کے اصول کے مطابق نام رکھ لینے سے بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے، جب نام رکھنے سے فرقہ بنتا ہے تو صرف بریلوی فرقہ ہی پچاس سے زائد فرقے بن جائے گا۔ ہاں اگر آپ مسعود صاحب کے ایجاد کردہ اصول سے انکار کردیں جیسا کہ انکار کرنا بھی چاہئے تو پھر آپ کا یہ جواب درست ہوسکتا ہے۔ لیکن اس طرح مسعود صاحب کا یہ خودساختہ اصول کہ ''نام رکھ لینے سے

بھی اصطلاحی فرقہ بن جاتا ہے‘ سلامت نہیں رہتا بلکہ دھڑام سے گر جاتا ہے۔

ان میں سے بعض نے اس طرح قولِ امام کا دفاع کیا: آپ کو بہتر فرقوں سے کیا غرض آپ کو تو تہترویں جنتی فرقے سے دلچسپی ہونی چاہئے، آپ اس کی نشاندہی کی کوشش کریں۔!

اس کے جواب میں عرض ہے کہ الحمدللہ جنتی فرقہ تو وہی ہوسکتا ہے جس کے اصول و فروع، عقائد ونظریات قرآن وسنت کے مطابق ہوں ۔ہمیں جہنم میں جانے والے بہتر (۷۲) فرقوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس مقام پر سوال دلچسپی وعدم دلچسپی کا نہیں بلکہ حدیثِ رسول کی تصدیق وتکذیب کا ہے۔آپ کے امام صاحب کے خودساختہ اصول کے مطابق اس ثابت شدہ حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔اس اصول سے اس میں تہتر کے بجائے سینکڑوں اور ہزاروں فرقوں کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔ جوکہ حدیثِ زیرِ بحث کی روشنی میں یقیناً باطل ہے۔ویسے اس طرح کی باطل ورکیک تاویلات کے ذریعے سے قولِ امام کا دفاع کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ قولِ امام کے دفاع کے بجائے حدیثِ رسول کا احترام کرنا سیکھیں۔صحیح حدیث کے مقابلے میں اور اُن سے ٹکرانے والے باطل اصول وفروع کا انکار کر دیجئے۔یہی درست رویہ ہے اور اسی کا ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

پس نہیں! آپ کے رب کی قسم! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ (ﷺ) کو اپنا فیصل نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور پر اسے تسلیم کر نہ لیں۔ (النساء:۶۵)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) کے چند اُصول
اور تکفیرِ اصحابِ رسول

[مسعود احمد بی ایس سی کراچوی نے ایک اُصول بنایا کہ جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے امیر کی بیعت شرطِ ایمان ہے اور جو شخص یہ بیعت نہ کرے وہ مسلم نہیں ہے۔ اس باطل اصول سے صحابۂ کرام اور اُمتِ مسلمہ کے ایک بڑے حصے کی تکفیر لازم آتی ہے، لہٰذا محترم محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے اس مضمون میں جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے لٹریچر کی روشنی میں اس باطل اُصول کا زبردست رد کیا ہے۔

ہمارے پاس مذکورہ لٹریچر کی بعض کتب و کتابچوں کے نہ ہونے کی وجہ سے تمام حوالوں اور جملہ عبارات کی ذمہ داری صاحبِ مضمون پر ہی ہے۔/ حافظ ندیم ظہیر]

فرقہ مسعودیہ نام نہاد جماعت المسلمین کے لٹریچر سے واقفیت رکھنے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ درحقیقت ایک تکفیری گروہ ہے، اگرچہ بظاہر مسعود صاحب نے ''اہلِ حق'' کی عملی تربیت واصلاح کے لئے اس پارٹی کی بنیاد رکھی، لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اپنے عجیب وغریب نظریات اور تکفیری رجحانات کی وجہ سے اپنی خودساختہ جماعت (جماعت المسلمین رجسٹرڈ) کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جماعت اور اس میں شمولیت کو فرض وواجب قرار دے دیا۔ اس سلسلے میں اس قدر تعصب وغلو کا شکار ہوئے کہ یہ بات ان کے نزدیک مسلم یا غیر مسلم ہونے کا معیار اور کسوٹی بن گئی۔ اُن کے نزدیک یہ اعتقادیات وایمانیات کا مسئلہ اور شرائطِ ایمان کا جز بن گیا۔

بانیٔ فرقہ نے اپنے فرقے کی ترقی وفروغ کے لئے قرآن وسنت کی بعض نصوص کو سلف صالحین کے منہج کے مطابق سمجھنے کے بجائے اپنے من مانے جدید ترین مفہوم میں پیش

کرنے سے بھی گریز نہ کیا، ایسی ایسی شرائط عائد کیں اور ایسے ایسے اصول وضع کیے کہ اہلِ اسلام کا کوئی فرد خواہ ایمان وتقویٰ کے کتنے ہی بلند درجہ پر فائز ہو لیکن جب تک ان کی بنائی ہوئی پارٹی میں شامل نہ ہو وہ ادنیٰ ترین مسلم ومومن کا درجہ بھی حاصل نہ کر پائے، بطورِ ثبوت ان کی چند تحریریں ملاحظہ کیجیے:

۱: مسعود صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''...اگر وہ مسلم ہے اور اس دین کو مانتا ہے جو آسمان سے نازل ہوا ہے تو اسی دین میں یہ موجود ہے کہ واعتصمو ا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا کہ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑ واور فرقے فرقے نہ بنوآخر وہ اس آیت پرعمل کیوں نہیں کرتا اگر وہ نہیں کرتا تو بظاہر وہ اس آیت کا منکر ہے اسی لئے وہ اس حکم پرعمل نہیں کرتا اور وہ اس حدیث پرعمل کیوں نہیں کرتا تلزم جماعت المسلمین یعنی جماعت المسلمین کو لازم پکڑو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نہ قرآن مجید پرعمل کرتا ہے اور نہ حدیث پرعمل کرتا ہے تو پھر کس کام کا مسلم ہے؟ اس کا محض فرقوں سے بیزار ہونا اس کے مسلم ہونے کی دلیل نہیں۔''

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۴۲)

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''غلط فہمی نمبر۴ جو شخص تمام فرقوں سے علیحدہ ہو کر صرف قرآن وحدیث پرعمل کرے وہ مشرک نہیں۔ میں اسے مسلم سمجھتا ہوں۔

ازالہ | ایسا شخص نہ قرآن مجید پرعمل کرتا ہے اور نہ حدیث پر۔ قرآن مجید میں ہے: واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا و لا تَفرقُوا۔ اس کا عمل اس آیت پرنہیں۔ حدیث میں ہے تلزم جماعۃ المسلمین۔ اس کا عمل اس حدیث پرنہیں تو پھر یہ کہنا کہ وہ قرآن وحدیث پرعمل کرتا ہے صحیح نہیں۔''

(وقارعلی صاحب کا خروج ص۸ طبع جدید ص۵-۶، اعتراضات اور ان کے جوابات ص۶، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک اسلام کی آئینہ دار ہیں ص۵۳۱-۵۳۲)

تعصب وغلو کی انتہا ملاحظہ کیجیے کہ فرقوں سے علیحدہ ہو کر صرف قران وحدیث پرعمل پیرا شخص کو ''مسلم'' سمجھنا مسعود صاحب اور ان کے قائم کردہ فرقے کے نزدیک ''غلط فہمی'' ہے چونکہ ان کے ہاں تو قرآن وحدیث پرعمل کی یہی ایک صورت ہے کہ ان کی ایجاد کردہ

رجسٹر ڈ جماعت میں شامل ہو جایئے ! پھر مسعود صاحب کا طرزِ استدلال بھی انتہائی عجیب ہے کہ ایک آیت وحدیث پیش کر کے کہہ دیا کہ اس پر عمل نہیں۔ ہر ہر آیت محکمہ وحدیث پر تو ان کی پارٹی کے تمام افراد بھی عمل پیرا نہیں پھر بھی انہیں مسلم سمجھتے رہنا ان کی ایک ''غلط فہمی''نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کے اس طرزِ استدلال کے مطابق تو شاید ہی کوئی فرد ''مسلم'' ثابت ہو سکے جب کوئی مسلم ہی نہیں ہوگا تو ''جماعت المسلمین'' کا وجود ثابت کرنا ایک مضحکہ خیز عمل ٹھہرے گا۔

ایک اور مقام پر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''اعتراض| دعوت میں مخالفین کو یہ کہنا کہ ہم تو قرآن وحدیث ہی پیش کرتے ہیں لوگ اپنی طرف لیں تو ہمارا کیا قصور حالانکہ جماعت میں آنے کے بعد مجھے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ آپ ان کو قرآن وحدیث نہیں سناتے بلکہ غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں۔''

جواب| ''اگر سمجھیں تو کوئی بعید از دلیل بھی نہیں۔'' (اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۵)

لیجیے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ اپنے مخالفین کو ''غیر مسلم'' سمجھنا بعید از دلیل نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دلیل سے ایسا ثابت ہے، اب معلوم نہیں کہ وہ دلیل کونسی ہے جس سے فرقہ مسعودیہ کے جمیع مخالفین ''غیر مسلم'' ثابت ہوتے ہیں؟

ان کے امام ثانی محمد اشتیاق صاحب لکھتے ہیں:

''اگر آپ یہ کہیں کہ یہ فرقہ پرست مسلم ہیں یہ بھی جماعت المسلمین ہیں تو آپ کا یہ استدلال احادیث کے خلاف ہوگا۔'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۹)

رجسٹر ڈ جماعت کے اس طرح کے غالیانہ، متعصّبانہ اور متشددانہ اقاویل وفتاویٰ جات کا ایک طویل سلسلہ ہے کہاں تک ان کا تذکرہ کیا جائے۔؟!

فی الوقت ان کے چند ایسے اصول کا تذکرہ مقصود ہے کہ جو انہوں نے اپنے مخالفین کے لئے وضع کیے جن سے موجودہ پوری کی پوری اُمتِ مسلمہ کے اسلام وایمان کی نفی اور ان کا ''کافر'' ہونا تو لازم آتا ہے۔ ساتھ ساتھ گزشتہ امتِ مسلمہ بالخصوص بہت سے اصحابِ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و اسلام کی نفی اور ان کا بھی ''کافر'' ہونا لازم آتا ہے۔ **(نعوذ باللہ)**

واضح رہے کہ یہ محض مخالفت برائے مخالفت کا شاخسانہ اور پروپیگنڈا نہیں بلکہ ایک بیّن اور ٹھوس حقیقت ہے، جس کا مکمل ثبوت اور تفصیل خود انہی کے لٹریچر اور تحریروں سے ملاحظہ کر لیجیے، ان کا ایک اصول یہ ہے:

۱: امیر کی نافرمانی اسلام کو چھوڑ دینا ہے۔

اس سلسلے میں مسعود صاحب کی تحریروں کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں:

❶ ''جماعت المسلمین ہی وہ واحد جماعت ہے جو امیر کو وہ حیثیت دیتی ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔...... جماعت المسلمین امیر کی اطاعت کو فرض سمجھتی ہے۔ امیر کی نافرمانی گویا جماعت کو چھوڑنا ہے اور جماعت کو چھوڑنا جاہلیت کی موت کو دعوت دینا ہے یعنی اسلام کو چھوڑنا ہے۔ کوئی جماعت یا فرقہ ایسا نہیں جو امیر کی اطاعت کو ایسی اہمیت دیتا ہو''

(جماعت المسلمین کا تعارف ص ۶ تا ۸، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۲۱۔۲۲)

❷ ''جماعت کو چھوڑنے والے نے پوری طرح نہیں صرف ایک بالشت جماعت کو چھوڑ دیا تو گویا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ بتایئے اسلام کو چھوڑنے والا کیا ہوتا ہے؟ ایک بالشت چھوڑنے کا تو یہ حشر ہے اور جو پوری طرح جماعت کو چھوڑ دے وہ کیا ہوگا؟'' (اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۶۔۷)

❸ نیز لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ لزومِ جماعت کے سلسلہ میں اس قدر پابندی کہ امیر کی کسی مکروہ سے مکروہ بات پر بھی صبر کی تلقین کی گئی ہے جماعت کو کسی حالت میں بھی چھوڑنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور علیحدگی جاہلیت کی موت قرار دی گئی ہے۔ جاہلیت کی موت سے مراد زمانہ جاہلیت کی موت ہے جو حالت کفر کی موت ہے'' (اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۱۵)

❹ **ان کے امام ثانی محمد اشتیاق صاحب لکھتے ہیں:**

''مطلب یہ ہوا کہ بیعت توڑنا، ایک بالشت جماعت چھوڑنا، ایک بالشت امیر کی اطاعت نہ کرنا اور امیر جماعت کا کسی پر نہ ہونا سزا کے لحاظ سے ایک ہی ہیں یعنی وہ اسلام سے خارج ہے۔''

(بے حکومت امیر کی بیعت کرنا ص ۴۶)

5 مزید لکھتے ہیں: ''جو شخص امیر کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے تو اس کی موت کفر کی موت ہے''

(تحقیق مزید میں تحقیق کا فقدان ص ۴۱)

ان اقتباسات سے واضح طور پر ان کا یہ اصول معلوم ہوتا ہے کہ ''امیر سے بالشت برابر بھی دور ہونا اسلام کو چھوڑ دینا ہے'' ایسا شخص ''اسلام سے خارج'' ہو جاتا ہے اور ''کفر کی موت مرتا'' ہے۔ اس کے بعد ان کا ایک اور اصول ملاحظہ کیجیے:

۲: امیر کی بیعت شرطِ ایمان ہے۔

بانیٔ فرقہ مسعود احمد صاحب اور ان کی بنائی ہوئی رجسٹرڈ جماعت کے لوگ امیر کی بیعت کو شرطِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی بھی فرد ''مسلم'' نہیں ہو سکتا۔

اس سلسلہ میں ان کے مختلف کتابچوں سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:

① مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة (صحیح مسلم) اس حدیث کی رو سے بیعت شرائط ایمان میں سے ہے ورنہ جاہلیت کی موت مرے گا یعنی کفر کی موت مرے گا۔ کفر کی موت سے بچنے کے لئے بیعت شرط ہے۔''

(وقار علی صاحب کا خروج ص ۷، ۸ طبع جدید ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۱۳۵)

② نیز لکھتے ہیں: ''جاہلیت کی موت سے مراد ایام جاہلیت کی موت ہے یعنی کفر کے زمانے کی موت...... فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (ترمذی و سندہ صحیح) اس حدیث نے تشریح کر دی کہ جاہلیت کی موت سے مراد اسلام پر مرنا نہیں ہے بلکہ اسلام چھوڑ کر مرنا ہے۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۲۲)

اشتیاق صاحب کی گھڑی ہوئی ایک حدیث:

③ اشتیاق صاحب نے اس سلسلہ میں ایک حدیث وضع کرتے ہوئے لکھا:

''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی بیعت نہ کرنے والوں کو اسلام سے خارج قرار دیا۔''

(بے حکومت امیر کی بیعت ص ۴۶)

اشتیاق صاحب نے اپنی گھڑی ہوئی اس حدیث کا کوئی حوالہ نہ دیا اور نہ دے سکتے

ہیں،ان شاءاللہ۔''اسلام سے خارج''سمجھنا تو بانیٔ فرقہ کا فہم ہے لیکن اشتیاق صاحب نے اسے ''حدیثِ رسول'' ﷺ بنا ڈالا۔إنا للّٰه وإنا إليه راجعون

اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت نہ کی تو؟

مسعود صاحب اوران کے موجودہ امیر صاحب کی تحریروں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے ہاں ''امیر کی بیعت'' شرطِ ایمان ہے،جس کسی نے بیعت نہ کی وہ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی موت مرے گا اور اشتیاق صاحب کی ایجاد کردہ حدیث کے مطابق وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ان کے ہاں ان کا یہ قانون واصول بالکل یقینی اوراٹل ہے،کسی کے لئے کوئی استثناء نہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ہی میں سے کیوں نہ ہو۔!

ان کے لئے بھی یہی قانون ہے مسعود صاحب نے بڑی دیدہ دلیری سے اس بات کا صاف صاف اظہار کرتے ہوئے لکھا:''ہم کہتے ہیں حضرت سعدؓ کی ذات بیعت نہ کرنے کے الزام سے پاک ہے لہٰذا وہ جاہلیت کی موت سے مبرا ہیں۔صلاح الدین صاحب کہتے ہیں الزام تو صحیح ہے لیکن وہ جاہلیت کی موت سے پھر بھی مبرّا ہیں۔معلوم نہیں کیوں؟''(الجماعۃ ص ۵۶)

② اسی طرح لکھتے ہیں:''کیا حضرت ابوبکرؓ الجماعۃ کے امیر نہیں تھے۔اگر تھے اور یقیناً تھے تو پھر ان کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عبادہ بن صامتؓ جاہلیت کی موت کیوں نہ مرے؟ کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون بدل جائے گا؟''(الجماعۃ ص ۲۰۔۲۱)

③ مزید لکھتے ہیں:''بالفرض محال اگر حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیعت نہیں کی تو کیا جاہلیت کی موت مرنے کا قانون بدل جائے گا۔ہرگز نہیں۔قانون قانون ہی رہے گا۔بیعت نہ کرنے کے فعل کو صحابی کی غلطی تصور کیا جائے گا۔''(الجماعۃ ص ۲۱)

مسعود صاحب کی ان تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا یہ قانون بالکل اٹل ہے،معاملہ خواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہو۔ان کا قانون قانون ہی رہے گا،مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں ان کے چند اصول واضح ہو جاتے ہیں جو کچھ اس طرح سے ہیں:

۱: جو شخص بھی جماعت سے بالشت برابر بھی علیحدہ ہو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

۲: جو شخص بھی امیر کی بیعت نہ کرے وہ اسلام سے خارج اور کفر کی حالت میں کفر کی موت مرے گا۔

۳: جس شخص پر بھی ''امیر جماعت'' نہ ہووہ اسلام سے خارج ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا جماعت سے دور ہونا اور بیعت نہ کرنا:

ان کے ان اصولوں پر موجودہ دور کے تمام اہلِ اسلام خواہ ان میں اعتقادی وعملی گمراہی کا وجود نہ بھی ہو، ان اصولوں کے سبب دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ٹھہرتے ہیں۔اسی طرح گزشتہ کئی صدیوں کے اہل اسلام بھی، حتیٰ کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی۔(نعوذ باللہ)

اب خود مسعود صاحب ہی کی تحریروں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جماعت سے دور رہنا اور امیر کی بیعت نہ کرنا ملاحظہ کیجیے اس کے بعد ان شاء اللہ ان کے اس موقف کا بطلان بھی واضح کر دیا جائے گا۔

ا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر:

رجسٹرڈ جماعت کے اصولوں کے مطابق سیدنا علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً چھ مہینوں تک اسلام سے خارج رہے۔چونکہ مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت فاطمہؓ کی وفات اور حضرت علیؓ کا بیعت نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا۔حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہ دی اور خود ہی نمازِ جنازہ پڑھا کر رات کے وقت انہیں دفن کر دیا۔

حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں کے چہروں میں خفگی کے آثار دیکھے کیونکہ انہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی (حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ان کی تیمارداری کی وجہ سے لوگوں نے ان کو معذور سمجھا تھا لیکن اب یہ بات لوگوں کو ناگوار تھی)......

حضرت ابوبکرؓ کی اس وضاحت کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا ''میں (آج) زوال کے بعد (تمام لوگوں کی موجودگی میں) بیعت کرلوں گا۔'' حضرت ابوبکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر آپ منبر پر

تشریف لے گئے۔تشہد پڑھا۔پھر حضرت علیؓ کی کیفیت، بیعت کرنے میں تاخیر اوران کی معذرت بیان کی۔پھر حضرت علیؓ نے (تقریر کی) تشہد پڑھا،مغفرت کی دعاء کی اور حضرت ابوبکرؓ کی عظمت بیان کی، پھر فرمایا''بیعت کرنے میں اس وجہ سے دیر نہیں ہوئی کہ ہمیں ابوبکرؓ سے اس معاملہ میں کسی قسم کا حسد تھا......'' حضرت علیؓ کی اس تقریر (اور بیعت) کے بعد تمام مسلمین ان سے خوش ہوگئے ۔سب نے کہا ''تم صحیح بات کو پہنچ گئے۔''الغرض اس نیک کام کی طرف رجوع کرنے کے بعد تمام مسلمین ان سے (حسبِ سابق) محبت کرنے لگے۔

مندرجہ بالا واقعہ پر تبصرہ اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:-

(۱) حضرت علیؓ نے ملال کی وجہ سے بیعت میں دیر کی۔

......

(۵) حضرت ابوبکرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ قرابتِ رسولؐ کا کتنا احترام کرتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ سے خفا نہیں ہوئے بلکہ ان کی قدرو منزلت کرتے رہے۔

......

(۱۱) حضرت علیؓ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اپنی تقریر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔''

(صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۶۸۳۔۶۸۴)

تنبیہ: مسعود صاحب نے یہ واقعہ صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر اور صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب قول النبی ﷺ لا نورث عن عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ گویا یہ متفق علیہ روایت ہے۔ صحیحین کی اس مستند و متفق علیہ روایت اور مسعود صاحب ورجسٹرڈ جماعت کے ہاں صحیح ترین تاریخ ان کی اپنی کتاب ''صحیح تاریخ الاسلام'' کے بیان کے مطابق سیدنا علی نے چھ مہینوں تک بیعت سے تخلّف فرمایا، بیعت نہیں کی بقول مسعود صاحب ملال کی وجہ سے بیعت میں دیر کی......

اس طرح رجسٹرڈ جماعت کے اصول کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ چھ مہینوں تک اسلام سے خارج رہے۔(نعوذ باللہ) اور پھر بیعت کی تو اسلام میں داخل ہوئے، شرائطِ ایمان کی تکمیل

کے لئے نہیں بلکہ مسعود صاحب کے بقول (تا کہ لوگوں کی ''ناراضگی'' کا سبب ختم ہو جائے)
(نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخرافات)

اس دوران میں لوگ ان سے ناراض ونالاں رہے۔ لیکن کسی نے بھی انھیں یہ نہیں کہا کہ جی! آپ شرائطِ ایمان کی تکمیل کیوں نہیں کرتے؟ اسلام سے خارج کیوں ہیں؟ پھر مسعود صاحب نے بریکٹ میں اتنے عرصے تک بیعت نہ کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے انہیں معذور سمجھے جانے کی جو تاویل وتوجیہ بیان کی کہ ''تیمارداری کی وجہ سے معذور سمجھے گئے'' لہٰذا بیعت کو شرطِ ایمان ٹھہرانے اور اس کے بغیر کسی بھی مسلم کو خارج از اسلام گردانئے کے بعد یہ تاویل بھی لغو ولا یعنی اور باطل ثابت ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محض اتنی سی بات کی وجہ سے ایک جلیل القدر صحابی کا ''اسلام سے خارج رہنا'' کو برداشت کر لیں اور امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرتے ہوئے انہیں شرائطِ ایمان کی تکمیل اور اسلام میں داخل ہونے کی نصیحت نہ کریں۔ بھلا ''تیمارداری'' بھی کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ شرطِ ایمان کی تکمیل اور اسلام سے خارج رہنے کے لئے عذر بن سکے؟!

ایں خیال است، محال است وجنوں

البتہ سیدنا ابوبکر وعمر سمیت جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ کی بیعت نہ تو شرطِ ایمان ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی فرد اسلام سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ محض مسعود صاحب اور رجسٹرڈ جماعت کے توہمات وخیالاتِ فاسدہ اور جدید ترین اختراعات، من گھڑت اور خود ساختہ افکار ونظریات ہیں۔ اگر معاملہ ان کی باطل سوچ کے مطابق ہی ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ کرتے۔ آخر اس میں وقت ہی کتنا لگتا تھا؟

تنبیہ: مسعود صاحب نے اپنی کتاب ''الجماعۃ'' ص۲۴ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوری بیعت کا واقعہ نقل کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مذکورہ بالا بیعت علی الاعلان (علانیہ) بیعت تھی۔

صحیحین کی روایات اور مسعود صاحب کا اصول:

اس بیعت کی حقیقت سے قطع نظر اس موقع پر ہمیں صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت کے مقابلہ میں بیہقی وغیرہ کی روایت پیش کرنا ان کے اپنے ایک محبوب وپسندیدہ ترین اصول کے سخت خلاف ہے ۔ جس کے ذریعے سے یہ اپنے خلاف صحیح حدیث کو رد کرتے رہے ہیں ۔ چونکہ ان کا یہ اصول ہے کہ صحیحین کی روایت سے ٹکرانے والی روایت ''معلول'' اور ساقط الاعتبار'' ہوگی ۔ ان کا یہ اصول ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے ۔ ایک صحیح حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) ''اس کا متن صحیحین کی حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلول اور ساقط الاعتبار ہے۔''

(حدیث تلزم جماعت المسلمین وامامھم پر اعتراض اور جواب ص ۵ ، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۴۷۶)

(۲) مزید لکھتے ہیں: ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لفظ ''امام'' ہے اور ابوداؤد میں لفظ خلیفہ ہے تو بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا لفظ اپنی زبان اقدس سے ادا فرمایا تھا ۔ یقیناً وہی لفظ ادا فرمایا ہوگا جس لفظ پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم متفق ہیں ۔'' (الجماعۃ القدیمہ ص ۱۹)

(۳) نیز لکھتے ہیں: ''الغرض ابوداؤد کی حدیث صحیحین کی حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلول ہے اور مختلف المتون ہونے کی وجہ سے مضطرب ہے۔''

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۱۵ ، الجماعۃ القدیمہ ص ۱۹)

(۴) نیز لکھتے ہیں: ''عبداللہ صاحب ! اس حدیث میں ''ائمۃ'' کا لفظ ہے جس کے معنٰی آپ نے ''حاکم'' کئے ہیں ۔ حالانکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کے بجائے قَوْمٌ کا لفظ ہے ۔ بتایئے کون سا لفظ صحیح ہے۔'' (الجماعۃ القدیمہ ص ۱۹)

تنبیہ: مختلف المتون اور مضطرب ہونے کا اعتراض باطل ہے اور استاذی المحترم الشیخ عبداللہ دامانوی صاحب حفظہ اللہ نے موصوف کو اپنی کتاب : الجماعۃ الجدیدۃ (طبع مع خلاصۃ الفرقۃ الجدیدہ ص ۴۲) پر ان لغو ولایعنی باتوں کا ایسا علمی ومسکت جواب مرحمت فرمایا کہ پھر تا دمِ مرگ مسعود صاحب پر سکوت طاری رہا اور اس کا جواب نہ بن پڑا۔

پھر ''ائمہ'' کا لفظ صرف سنن ابی داود ہی میں نہیں بلکہ صحیح مسلم (۱۸۴۷، ترقیم دارالسلام: ۴۷۸۵) میں بھی ہے۔تو کیا مسلم کی حدیث بھی ضعیف ومعلول ٹھہرے گی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ابوداود کی حدیث کیونکر معلول ہوگئی؟

۵: ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''اعتراض: حضرت انسؓ کی روایت کو تمام محدثین نے بالاتفاق قبول کیا اور عمیر بن الاسود کی روایت کو امام بخاری کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کیا۔

جواب: یہ کوئی اعتراض نہیں ......مزید برآں امام بخاری اکیلے ہی سب پر بھاری ہیں۔صحیح بخاری کی احادیث پر ان کے ہمعصر محدثین نے اتفاق کیا ہے لہٰذا حدیث کو صحیح کہنے والے صرف امام بخاری نہیں ہیں بلکہ سب محدثین ہیں۔'' (اعتراضات اوران کے جوابات ص۲۹۔۳۰)

۶: ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا جو درجہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، جس تحقیق وتفتیش اور سخت شرائط کے ساتھ ان کتابوں کو مدوّن کیا گیا وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔لیکن افسوس کہ تاریخ کے سلسلہ میں اکثر لوگوں نے ان کتابوں سے بے اعتنائی کا ثبوت دیا۔تاریخ کے ان واقعات کو بھی تسلیم کرلیا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے متصادم تھے۔'' (صحیح تاریخ الاسلام مقدمہ ص۳)

۷: اسی طرح لکھتے ہیں: ''تاریخی روایات متعدّد مقامات پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے ٹکراتی ہیں اور یہ چیز اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تاریخ کی اکثر روایات ناقابلِ اعتبار ہیں۔''

(صحیح تاریخ الاسلام مقدمہ ص۷)

صحیح البخاری وصحیح مسلم کی اہمیت وحیثیت مسلّم، معروف اور معلوم ہے لیکن مسعود صاحب کا یہ اصول ایک مشہور بات: ''کلمة حق أرید بها الباطل'' کے مصداق ہے۔ جب صحیح حدیث بظاہر قرآن مجید سے متعارض ہو تو ہم تطبیق دیتے ہیں پھر صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی حدیث سے اگر کوئی روایت ٹکراتی محسوس ہو تو تطبیق کیوں نہ دی جائے؟

المختصر یہ کہ ٹکراؤ اور تصادم اور پھر اس بنا پر صحیح حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دینے والا یہ مسعودی اصول سراسر باطل ہے۔بہرحال مسعود صاحب کے مذکورہ بالا ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جو بھی حدیث صحیحین کے خلاف ہو تو وہ معلول یعنی ضعیف اور ساقط

الاعتبار ہوگی۔اب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیعت نہ کرنے سے متعلق صحیحین کی روایت ملاحظہ ہو:

''فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة أبي بكر ومبايعته ولم يكن يبايع تلك الأشهر......فلما صلّى أبوبكر الظهر رقي على المنبر فتشهد وذكر شأن علي وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر إليه''

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے چہروں پر خفگی کے آثار دیکھے تو آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کی کوشش کی ان مہینوں میں سیدنا علی نے بیعت نہیں کی تھی......جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو منبر پر تشریف لائے، تشہد پڑھا، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت اور بیعت سے پیچھے رہ جانے اور ان کی معذرت کو بیان فرمایا۔ (صحیح بخاری: ۴۲۴۰؛ صحیح مسلم: ۱۷۵۹، دارالسلام: ۴۵۸۰)

اب مسعود صاحب پر اپنے مذکورہ بالا اصول کے مطابق لازم تھا کہ وہ بیہقی وغیرہ کی روایات کو صحیحین کی صریح روایت کے مقابلہ میں رد کر دیتے، جیسا کہ وہ بعض مقام پر اپنے موقف کے خلاف واقع ہونے والی صحیح احادیث کو اپنے اس باطل وخود ساختہ اصول کی بھینٹ چڑھا چکے ہیں۔لیکن چونکہ یہاں بیہقی کی روایت ان کے حق میں جاتی ہے تو اس مقام پر ایسا نہیں کیا اور اپنے ہی تراشیدہ اصول کی مخالفت کر کے خود ہی اس کے بطلان کو طشت از بام کر دیا، حالانکہ وہ لکھتے ہیں: ''کسی اصول کو محض زبان سے تسلیم کرنا اور عملاً اس سے روگردانی کرنا حقیقت پسندی کے خلاف ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل کی گہرائیوں سے یہ اصول تسلیم نہیں'' (دعوت حق ص ۴، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۸۰)

مسعود صاحب کے اس طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے مسعود صاحب اور ان کی رجسٹرڈ جماعت نے بھی اپنے اصولوں کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم نہیں کیا اور نہ ان لوگوں میں حقیقت پسندی کا کوئی عنصر ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسعود صاحب کے اصول کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک اپنے خلیفہ، امیر، امام کی بیعت نہیں کی تو مسعود صاحب اور رجسٹرڈ جماعت کے اصول نیز اشتیاق

صاحب کی گھڑی ہوئی روایت کے مطابق وہ چھ مہینوں تک ''اسلام سے خارج'' رہے۔!

(نعوذباللّٰہ من هذا الکفر و الضلالة)

سیدنا معاویہ اوران کے ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر:

اسی طرح ان کے زیر بحث اصولوں پر سیدنا معاویہ اوران کے تمام ساتھی بالخصوص جنہیں شرفِ صحابیت حاصل تھا، رضی اللہ عنہم اجمعین بھی کافر ثابت ہوتے ہیں۔(نعوذباللہ) چونکہ انہوں نے بھی خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کی اوران سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے (لیکن حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی، یہ اختلاف بھی درحقیقت اُسی سازش کا کارنامہ تھا جو اسلامی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے کی گئی تھی)

حضرت علیؓ کا خلوص اوراختلاف سے کراہت|

حضرت علیؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے امراء اور قاضیوں کو ہدایت کی کہ جس طرح تم اب تک فیصلہ کرتے رہے ہو کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں (اختلاف ختم کرنا میری سب سے اہم ذمہ داری ہے اور میں اس کوشش میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ تمام لوگ ایک جماعت بن جائیں یا میں (اسی کوشش وجدوجہد میں) مر جاؤں جس طرح میرے ساتھی مر گئے''

(تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۲۸۷)

اور پھر یہ تو معلوم ومشہور اور مسلّمہ بات ہے باوجود طرفین کی کوششوں کے صلح نہ ہوسکی یہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب زمام خلافت سیدنا ومحبوبنا حسن رضی اللہ عنہ نے سنبھالی پھر صلح ہوئی۔ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ خلیفہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی طرف چلے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے (جب اس لشکر کو دیکھا تو) حضرت معاویہؓ سے کہا ''میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جب تک وہ اپنے حریفوں کو قتل نہ کرلیں پیٹھ نہ پھریں گے...... حضرت معاویہؓ نے دو قرشی آدمیوں کو جن کا تعلق قبیلۂ بنو عبدشمس سے تھا اور جن کا نام عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر تھا بلایا اور ان سے کہا تم جا کر حضرت

حسنؓ سے صلح کی بات چیت کرواور اُنہیں صلح کی دعوت دو۔......ان دونوں نے کہا ''معاویہؓ تو آپ سے صلح چاہتے ہیں اور آپ سے اسی کی درخواست کرتے ہیں......الغرض حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور اسی طرح حضرت حسنؓ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ''اللہ اس کے ذریعہ مسلمین کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادیگا''

(تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۷۸۔۷۷۹)

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نیز بقولِ مسعود صاحب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ میں اس کوشش میں لگا رہوں گا یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت بن جائیں، واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف تھا، اور وہ ایک جماعت کی شکل میں نہیں تھے بلکہ دو بڑی جماعتوں میں تقسیم تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جنہیں شرفِ صحابیت بھی حاصل تھا جیسے سیدنا عمرو بن عاص وسیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما جن میں سے بعض جمل وصفین میں شہید بھی ہو گئے تھے، تو یہ تمام کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے امیر خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بالشت برابر نہیں بلکہ پوری طرح سے علیحدہ تھے بلکہ مُلک شام میں اپنی امارت قائم رکھی تھی، اسی طرح ان مقدس ہستیوں نے اپنے امیر کی بیعت بھی نہیں کی تو مسعود صاحب اور ان کے فرقۂ مسعودیہ کے متفقہ اصول کے مطابق اسلام کو چھوڑے ہوئے تھے اور اسلام سے خارج تھے۔ نعوذ باللہ اور جو اس دوران فوت ہوئے یا شہید ہوئے، نعوذ باللہ وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے، چونکہ مسعود صاحب کا اٹل قانون ہے اور ''قانون قانون ہی رہے گا'' (أستغفر اللہ)

سیدنا عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر:

سیدنا عبداللہ بن زبیر اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ بھی اسی طرح ہے چونکہ انہوں نے بھی بیعت نہیں کی تھی، مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہؓ کا بیعت سے انکار اور کعبہ کی تعمیر

جب حضرت یزیدؒ خلیفہ ہوئے تو حضرت ابن زبیرؓ نے بیعت نہیں کی۔ واقعہ حرّہ اسی سلسلہ کی ایک

کڑی ہے......(ان حالات میں جبکہ حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں نہیں رہی تھی حضرت ابن زبیرؓ نے اُمت کی بہبودی کے خیال سے حکومت خود سنبھالنے کا ارادہ کر لیا، اُنہوں نے حضرت مروانؒ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اسی بنیاد پر) اُنہوں نے حضرت عبدالملکؒ کی بیعت نہیں کی بلکہ اپنی (خلافت کا اعلان کر دیا اور) بیعت لینی شروع کر دی۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۸)

اس کے علاوہ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت یزیدؒ کے زمانہ کا دوسرا اہم واقعہ واقعۂ حرّہ ہے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کیا، اہلِ مدینہ میں سے (بعض لوگوں نے) حضرت یزیدؒ کی بیعت توڑ دی (اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہا) ابن حنظلہ نے (حضرت یزید کے خلاف) بیعت لینی شروع کی'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۷۹۰)

اس کے علاوہ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''جب حرّہ کا واقعہ رونما ہوا (یعنی جب حضرت یزیدؒ کے خلاف بغاوت کا منصوبہ بنایا جا رہا تھا) تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے (تا کہ اسے بغاوت سے باز رکھیں)'' (تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۹۵۰)

یہ ابن حنظلہ، سیدنا عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں'' له رؤية......استشهد عبدالله يوم الحرة '' واقعہ حرّہ میں شہید ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۳۲۹۶)

اور سیدنا عبداللہ بن مطیع بن الاسود بن حارثہ القرشی رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: '' له رؤية وكان رأس قريش يوم الحرّة، أمره ابن الزبير على الكوفة '' یوم حرّہ کو قریش کے سربراہ تھے، ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) نے انہیں کوفہ کا امیر بنایا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۳۶۳۷)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن حنظلہ، سیدنا عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہم اور اہلِ مدینہ اپنے امیر سے بھی علیحدگی اختیار کر چکے تھے اور اس کی بیعت بھی نہیں کی تھی اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ مسعود صاحب کے ان دو باطل اصولوں کی روشنی میں یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم (نعوذ باللہ) اسلام چھوڑ کر اسلام سے خارج ہو گئے اور جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے۔ (نعوذ باللہ)

مسعود صاحب اور ان کی پارٹی کے اصولوں اور تحریروں سے درج بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے امیر سے، جماعت سے علیحدہ ہونا اور بیعت نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔اور یہ تو مسعود صاحب واضح طور پر لکھ چکے ہیں کہ ''بیعت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عبادہ بن صامتؓ جاہلیت کی موت کیوں نہ مرے؟ کیا ان کے لئے اللہ کا قانون بدل جائے گا؟ '' (الجماعۃ ص ۲۰۔۲۱)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں بیعت نہ کرنے کی بنا پر درج بالا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے۔(نعوذ باللہ)

مسعود صاحب، اشتیاق صاحب اور ان کی رجسٹرڈ پارٹی کی ان خرافات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جلیل القدر صحابہ کا کچھ مدت کے لئے یا مستقل طور پر کافر ہونا لازم آتا ہے۔(نعوذ باللہ)

اب دیکھنا یہ ہے کہ صحیح اور درست موقف کیا ہے؟ کیا جاہلیت سے مراد کفر ہے؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ ان احادیث میں ''جاہلیت'' سے مراد کفر نہیں بلکہ ''جاہلیت کے دور'' کا مطلب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے والا زمانہ مراد ہے۔اور کئی احادیث میں اس لفظ کا استعمال محض اس دور کے لئے بکثرت ہوا ہے۔مثلاً:

۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **''کان عاشوراء یوم تصومه قریش فی الجاهلیة''**

عاشوراء ایسا دن تھا کہ قریش دور جاہلیت میں اس کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۳۱)

۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا......ایک بار وہ کوئی چیز لایا تو ابوبکر نے بھی اس میں سے کھایا، غلام نے ان سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے کہا: بتاؤ کہاں سے آیا؟ غلام نے کہا:

''کنت تکهنت لإنسان فی الجاهلیة''

کہ میں نے جاہلیت میں کسی انسان کے لئے کہانت کی تھی اس نے مجھے اس کے بدلے یہ دیا ......الخ (صحیح بخاری: ۳۸۴۲)

۳:سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:'' **قلت: یارسول اللّٰہ! إنا کنا في جاھلیة و شر فجاء نا اللّٰہ بھذا الخیر ......** ''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے کہ ہمارے پاس (اللہ تعالیٰ) یہ بھلائی لایا۔
(بخاری:۷۰۸۴؛مسلم:۱۸۴۷)

ان روایات میں اسلام سے قبل زمانے کو ''جاہلیت'' کا نام دیا گیا ہے ،امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث پر کتاب المناقب میں ''باب أیام الجاھلیة'' کا باب قائم کیا۔ جاہلیت میں بہت سے عقائد ونظریات اور اعمال تھے جو سب کے سب کفر وشرک نہیں تھے ،مثلاً اللہ تعالیٰ کو خالق ، مالک ، رازق ، مدبر الامور ماننا جیسا کہ قرآن مجید میں کئی ایک مقام پر اس کا بیان موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ العنکبوت (۶۱،۶۳) الزخرف (۸۷)
☆ چپ رہنے کا روزہ۔ (بخاری:۳۸۳۴) ☆ جنازہ کے لئے کھڑے ہونا۔ (بخاری:۳۸۳۷)
☆ قومیت کا تعصب (بخاری:۳۵۱۸)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے امور تھے،لیکن ان میں سے کوئی بات کفر وشرک نہیں ، جہاں بہت سے امور شرکیہ،کفریہ تھے، وہاں ایمانِ خالص اور شرک وکفر سے بے زار لوگوں کا بھی وجود تھا ،اہل ایمان بھی موجود تھے ۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿**اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ o وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ o اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ**﴾ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس (کتاب) سے پہلے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر (اس کتاب کی) تلاوت کی جائے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں ہم اس سے پہلے بھی مسلم تھے۔ انہیں دہرا اجر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ اس بات پر قائم رہے اور یہ لوگ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (القصص:۵۲تا۵۴)

ان آیات مبارکہ میں اہل کتاب کے اس گروہ کا ذکر ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ونزولِ قرآن سے پہلے ''دورِ جاہلیت'' میں ایمان اور حق پر قائم رہے۔ مسعود صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قرآنِ مجید کے نزول کے بعد اہلِ کتاب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے

① ایک تو وہ جو قرآن مجید کو پہچان گئے پھر بھی ایمان نہیں لائے......

② دوسرے وہ جو قرآن مجید کو پہچان گئے اور اس پر فوراً ایمان لے آئے......

آیتِ زیرِ تفسیر میں (اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ) دوسرے گروہ کے لوگوں کا قول ہے۔ یہ قرآن مجید پر اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی ایمان رکھتے تھے اور نازل ہونے کے بعد بھی اس پر ایمان لے آئے۔ یہ لوگ سنجیدہ اور انصاف پسند تھے......(اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ) ان کو دگنا اجر دیا جائے گا۔ (اس لئے کہ ان میں مندرجہ ذیل صفات پائی جاتی ہیں۔)

① (بِمَا صَبَرُوْا) یہ لوگ اپنی کتاب کے مطابق احکام الٰہی پر جمے رہے اور پھر قرآن مجید کے مطابق احکامِ الٰہی پر جم گئے۔ نہ احکامِ الٰہی سے نزول قرآن مجید سے پہلے روگردانی کی اور نہ نزولِ قرآن مجید کے بعد روگردانی کی۔ (تفسیر قرآن عزیز ج ۷ ص ۶۲۴۔۶۲۶)

قرآن مجید کی آیات سے اور پھر مسعود صاحب کی تفسیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''زمانۂ جاہلیت'' میں جہاں کفر وشرک کا دور دورا تھا، وہاں ایمان اور اہلِ ایمان کا وجود بھی باقی تھا جو شرک وکفر اور ہر قسم کی بے ہودگی سے بچتے ہوئے احکام الٰہی پر قائم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين......ومؤمن أهل الكتاب الذي كان مؤمناً ثم آمن بالنبي ﷺ فله أجران**))

تین قسم کے لوگوں کو دہرا اجر دیا جائے گا......(ان میں سے ایک) مومن اہل کتاب ہے جو پہلے بھی مومن تھا پھر نبی ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۰۱۱)

اس حدیث سے بھی ''دورِ جاہلیت'' میں ایمان اور مومنین کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: '' **أن النبي ﷺ لقي زيد بن**

عمروبن نفيل بأسفل بلدح قبل أن ينزل على النبي ﷺ الوحي فقدمتْ إلى النبي ﷺ سفرة فأبى أن يأكل منها، ثم قال زيد: إني لست آكل مما تذبحون على أنصابكم ولا آكل إلا ماذكر اسم اللّٰه عليه'' (صحیح بخاری:۳۸۲۶)

مسعود صاحب یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ بلدح کے نشیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ آپؐ کے سامنے ایک دسترخوان رکھا گیا۔ آپؐ نے اس میں سے کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ دسترخوان زید کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''میں بھی تمہارے آستانوں پر ذبح کئے ہوئے جانور نہیں کھاتا۔ میں تو اُس جانور کا گوشت کھاتا ہوں جو صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔'' (صحیح تاریخ الاسلام ص۳)

انہی سے ایک روایت اس طرح ہے کہ'' **إن زيد بن عمرو بن نفيل خرج إلى الشام يسأل عن الدين ويتبعه......قال: ما أعلمه إلا أن يكون حنيفًا قال: وماالحنيف؟ قال: دين إبراهيم، لم يكن يهوديًا ولا نصرانيًا ولا يعبد إلا اللّٰه فلما رأى زيد قولهم في إبراهيم عليه السلام خرج فلما برز رفع يديه فقال: اللهم إني أشهد لك أني على دين إبراهيم''** (صحیح بخاری:۳۸۲۷)

مسعود صاحب اس واقعہ کو کچھ اس طرح نقل کرتے ہیں: ''زید بن عمرو بن نفیل......وہ دینِ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے... کہنے لگے مجھے اپنے دین کے متعلق کچھ بتاؤ شاید میں تمہارا دین قبول کر لوں۔ ......عیسائی عالم نے کہا تم حنیف ہو جاؤ۔ زید نے پوچھا حنیف کیا ہوتا ہے؟ اُس نے کہا ابراہیم علیہ السلام کا دین جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے تھے۔ جب زید نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کے متعلق ان عالموں کی گفتگو سنی تو وہاں سے باہر چلے آئے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا: ''اے اللہ میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں دینِ ابراہیمؑ پر ہوں'' (صحیح تاریخ الاسلام ص۶۸)

اب دیکھئے! زید بن عمرو نزولِ قرآن سے پہلے ایامِ جاہلیت میں تھے لیکن شرک وکفر اور گمراہی سے بےزار تھے اور خالص موحّد تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور یہ جاہلیت ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ ان کی موت دورِ

جاہلیت میں ہی ہوئی لیکن کفر وشرک پر نہیں بلکہ دینِ حنیف پر ہوئی۔

(دیکھئے صحیح تاریخ الاسلام ص ۶۸)

اسی طرح بیعت وافتراق والی احادیث میں جاہلیت کی موت سے مراد کفر کی موت نہیں، بلکہ زمانۂ جاہلیت کی موت کفر پر بھی ہوسکتی ہے اور ایمان پر بھی، جو شخص دین اسلام پر قائم رہے کفر وشرک سے بچا رہے، اس کی موت اسلام پر ہی ہوگی۔ جاہلیت کی ایک خصلت انتشار واختلاف بھی تھا لوگ مختلف قبائل واقوام میں منقسم ومنتشر تھے کسی نظم وضبط کے پابند نہ تھے، اسلام نے اتحاد واتفاق کو قائم کیا۔ قیامِ خلافت کے بعد کہ جب امت کا ایک معتدبہ گروہ خلیفہ پر مجتمع ہو، اجتماعیت قائم ہو پھر کوئی شخص اس اجتماعیت سے دور رہے تو اس کی موت جاہلیت کی ایک خصلت یعنی انتشار واختلاف پر ہوگی نہ کہ کفر وشرک پر۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''والمراد بالميتة الجاهلية وهي بكسر الميم حالة الموت كموت أهل الجاهلية علٰى ضلال وليس له إمام مطاع ، لأنهم كانوا لايعرفون ذلك ، وليس المراد أنه يموت كافرًا بل يموت عاصيًا ويحتمل أن يكون التشبيه علٰى ظاهره ومعناه أنه يموت مثل موت الجاهلي وإن لم يكن هو جاهليًا ، وإن ذلك ورد مورد الزجر والتنفير وظاهره غير مراد''

لفظِ میتۃ میم کی کسرہ کے ساتھ ہے اور جاہلیت کی موت سے مراد، اہلِ جاہلیت کے لوگوں جیسی حالتِ موت، بے راہ روی پر کہ اس کا کوئی فرمانروا امام نہ ہو۔ چونکہ وہ لوگ اسے نہیں جانتے تھے (کہ ایک حکمران کے منظّم نظام کے تحت رہنا ہے) اور ان الفاظ سے مراد یہ نہیں کہ وہ کافر ہو کر مرے گا بلکہ وہ گناہگار ہو کر مرے گا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تشبیہ اس کے ظاہر پر ہو اس (صورت میں اس) کے معنی یہ ہیں کہ وہ دورِ جاہلیت کے فرد کی طرح مرے گا اگرچہ وہ خود دورِ جاہلیت کا فرد نہ بھی ہو۔ یا یہ حدیث زجر وتوبیخ کے لئے وارد ہوئی ہے اور اس کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۳، تحت رقم الحدیث: ۷۰۵۴، مطبوعہ دار السلام ریاض)

اس بات کوصرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دور جاہلیت کے لوگ کسی منظّم ریاست وحکمران کے ماتحت نہیں تھے اور مختلف قوم قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور قرآن وسنت کے محکم دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل جاہلیت شرک وکفر میں مبتلا نہ تھے بلکہ بہت سے لوگ کفر وشرک سے بیزار بھی تھے، اللہ عزوجل کی خالص عبادت کرنے والے بھی تھے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ اب بغیر کسی دلیل وبرھان کے یہ کہنا کہ یہ لوگ محض دورِ جاہلیت میں مرنے کی وجہ سے کفر وشرک پر مرے صرف ظلم ہی نہیں بلکہ ادّعاءِ علمِ غیب ہے جس کا بطلان ظاہر وباہر ہے۔

احادیثِ بیعت اور اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی طرزِ عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان یعنی اقتدار وحکومت سے علیحدگی اختیار کر لینے سے یا خلیفہ کی بیعت نہ کرنے سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ مومن ومسلم ہی رہتا ہے۔ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''طریقہ☆ وہی صحیح ہے جو سلف صالحین کا تھا، اس میں نت نئے نظریات کی آمیزش سخت معیوب ہے۔'' (تلاش حق ص ۴۷)

[☆ ہمارے نسخہ میں ''مسلک وہی صحیح ہے...'' لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے تلاشِ حق ص ۴۷]

جب سلف صالحین کا طریقہ ہی صحیح ہے تو آیئے! دیکھتے ہیں سلف صالحین بالخصوص اکابر واَجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف ومنہج کیا تھا؟ ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وإن أمتكم هذه جعل عافيتها في أولها وسيُصيب آخرها بلاء وأمور تنكرونها)) تمہاری اس امت کی عافیت اس کے اول حصے میں رکھی گئی ہے اور اس کے آخر حصے میں ایسی مصیبتیں اور ایسے معاملات ہوں گے جنھیں تم نہیں پہچانو گے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۷۶)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور احادیثِ افتراق وبیعت

پہلے خلیفہ راشد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا معاملہ دیکھ لیجیے، عرصہ چھ ماہ تک (مسعود صاحب کے اصول کے مطابق) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی، لیکن آپ نے انھیں

اسلام سے خارج نہیں سمجھا، اور نہ آپ کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی نے ایسا سمجھا۔ اگر بیعت شرطِ ایمان یا قبولیتِ اسلام کے لئے لازمی عمل ہوتا تو سیدنا ابوبکر اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی خاموش نہ رہتے، ضرور بالضرور "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا فریضہ ادا کرتے۔ دیکھئے مانعینِ زکوٰۃ سے کس طرح انہوں نے قتال کیا؟ مسعود صاحب یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتے ہی عرب کے بعض لوگوں نے کفر اختیار کرلیا (یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا) حضرت عمرؓ نے کہا "آپ ان لوگوں سے کیسے لڑ سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں...... حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "اللہ کی قسم میں ضرور اس سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔...... اللہ کی قسم اگر ایک بھیڑ کا بچہ بھی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں گے تو میں ضرور ان سے اس بچہ کو روک لینے پر جنگ کروں گا۔" حضرت عمرؓ کہتے ہیں "اللہ کی قسم، اللہ نے ابوبکرؓ کے سینے کو کھول دیا تھا، بعد میں مَیں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے۔" (یعنی جنگ کرنا ضروری ہے)"

(تاریخ الاسلام ص ۶۸۱)

لیکن بیعت نہ کرنے کے سلسلے میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور احادیثِ افتراق وبیعت

اسی طرح تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان نے بھی "**من فارق الجماعة**" اور بیعت والی احادیث کا یہ مفہوم نہیں لیا کہ یہ شرائطِ ایمان میں سے ہے۔ چنانچہ عبیداللہ بن عدی بن خیار رحمہ اللہ نے فرمایا: "**أنه دخل علی عثمان بن عفان رضي اللّٰه عنه وهو محصور فقال :إنك إمام عامة ونزل بك ما نری ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج، فقال :الصلاة أحسن ما يعمل النا س فإذا أحسن الناس فأحسن معهم ، وإذا أساء وا فاجتنب أساء تهم**" وہ سیدنا عثمان کے پاس گئے جبکہ وہ (باغیوں کی بغاوت وخروج کے سبب اپنے گھر میں) محصور تھے انہوں نے کہا: آپ خلیفہ وقت ہیں

اور آپ پر جو مصائب آئے ہیں وہ ہم دیکھ رہے ہیں اور ہمیں تو نماز بھی باغی امام پڑھاتے ہیں ہم اس میں حرج محسوس کرتے ہیں ،تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ جتنے اعمال کرتے ہیں نماز اُن میں بہترین عمل ہے، جب لوگ نیکی کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرو اور جب وہ بُرے کام کریں تو ان کی برائیوں سے دور رہو یا بچتے رہو۔ (صحیح بخاری:۶۹۵)

دیکھیئے اس سلسلے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ جن لوگوں نے آپ کی خلافت سے اختلاف کیا، آپ کے خلاف بغاوت کی، آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا اور یہ امیر سے کوئی بالشت برابر علیحدگی نہیں ،معمولی اختلاف وافتراق نہیں بلکہ کھلی بغاوت وخروج تھا لیکن اس کے باوجود سیدنا عثمان نے اپنے مامورین کو باغیوں کے پیچھے نماز پڑھتے رہنے کی تاکید کی۔ مسلمین کی اجتماعیت یا خلیفہ سے افتراق وعلیحدگی اگر ارتداد اور کفر وشرک ہوتا یا اسلام سے خروج ہوتا اور بیعت شرطِ ایمان ہوتی تو کیا کوئی مسلم اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی شرائطِ ایمان وارکان اسلام سے بھی بے خبر ہوں اور ایک کفر وشرک کے مرتکب ،اسلام سے خارج مرتد کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہنے کی اجازت دے دیں۔! اور اس بات کا تصور بھی محال ہے کہ خلیفہ راشد جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت کا شرف بھی حاصل ہو اور وہ خلافت وامارت کے بنیادی بلکہ ان مسائل سے بھی ناواقف وبے خبر ہوں جن کا تعلق (رجسٹر جماعت کے اصول کے مطابق) شرائطِ ایمان سے ہو! اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جمّ غفیر موجود ہو مگر کوئی ایک بھی اس سلسلے میں اصلاح ورہنمائی کا فریضہ ادا نہ کرے! آخر معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے؟

قولِ عثمان رضی اللہ عنہ اور مسعود صاحب کی وضاحت

اس کی حقیقت اور وضاحت خود مسعود صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عثمانؓ کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے امامِ فتنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ یہاں ایک بات یہ دیکھنی ہے کہ امامِ فتنہ کا اختلاف کیا تھا۔ کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا۔ اس کو حضرت عثمانؓ کے سیاسی احکام میں اختلاف تھا۔''

(تلاش حق ص ۱۰۸، اشاعت نمبر ۱۱ ۲۰۰۴ء)

مسعود صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا فتنہ انتظامی نوعیت کا تھا۔ دینی نوعیت کا نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس فتنہ کو کچلنے کی طرف توجہ نہیں دی ورنہ ہر خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ دین کی حفاظت کرے اور دین کے خلاف جتنے بھی فتنے اٹھیں ان کا قلع قمع کرے۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات قسط نمبر ۱ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک...ص ۴۸۰)

ایک اور مقام پر مسعود صاحب نے لکھا: ''۳۰: صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:۔ ''حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امام حسنؓ نے بیعت نہیں کی، حضرت امام حسینؓ نے نہیں کی اور نوبت جدال وقتال تک پہنچی...''

اس کے بارے میں مسعود احمد نے کہا: ''صلاح الدین صاحب اس کا ثبوت دیجئے۔''

بعد میں صلاح الدین کی دوسری عبارت نقل کر کے مسعود احمد بی ایس سی نے کہا:

المسلم صحابہ کا محولہ بالا اختلاف اور حمایت یا مخالفت تنظیمی امور میں تھی اگر دینی امور میں بھی تھی تو عارضی۔ نہ انہوں نے اختلاف کو ہوا دی اور نہ کوئی فرقہ بنایا۔'' (الجماعۃ ص ۴۶)

یہ ہے اصل حقیقت! مسعود صاحب کی ان تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ امیر سے علیحدہ ہونا، بیعت نہ کرنا وغیرہ کا تعلق انتظامی نوعیت سے ہے دینی نوعیت سے نہیں۔ جب یہ معاملہ انتظامی نوعیت کا ہے تو اسے شرائطِ ایمان کا مسئلہ قرار دینا بدترین جہالت وتناقض نہیں تو اور کیا ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حدیث بیعت وافتراق

گزشتہ صفحات میں باحوالہ یہ بات ہو چکی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا معاویہ اور دیگر صحابہ کا قصاص کے معاملہ میں ان سے اختلاف ہو گیا اور سیدنا معاویہ اور ان کے ساتھی جن میں صحابہ بھی تھے انہوں نے سیدنا علی کی بیعت بھی نہیں کی۔ لیکن سیدنا علی سمیت کسی بھی صحابی نے انہیں اسلام سے خارج اور کافر نہیں سمجھا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا علی بھی بیعت کو ''انتظامی نوعیت'' کا مسئلہ سمجھتے تھے شرائطِ ایمان کا نہیں۔

اس بحث سے چاروں خلفائے راشدین کا نظریہ اور طرز عمل واضح ہو جاتا ہے، مسعود

صاحب لکھتے ہیں:

''خلیفۂ راشد تو وہی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفاء راشدین کا عمل گویا سنتِ نبویؐ کا بہترین ثبوت ہوگا اور جس طریقہ پر وہ چلتے رہے ہوں گے وہ طریقہ یقیناً سنت نبویؐ سے ماخوذ ہوگا گویا خلفاء راشدین کی سنت سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوسکتی ہے۔ خلفاء راشدین بالاتفاق کسی ایسے طریقہ پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے جس کا نمونہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو۔'' (اعتراضات اوران کے جوابات ص۳۱)

اس تحریر کے مطابق خلفائے راشدین کا طریقہ تو یقیناً سنت کے مطابق ہے لیکن رجسٹرڈ جماعت کا طریقہ وطرزِ عمل یقیناً سنت رسول ﷺ کے برعکس اور باطل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور احادیث بیعت

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی خلافت قائم کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت نہیں کی، جیسا کہ مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے تخلف:

ایک دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ میں بیعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیعت کرنے پر راضی نہ ہوئے)......الخ'' (تاریخ الاسلام ص۸۰۰)

لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما یا ان کے کسی ساتھی صحابی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اسلام سے خارج، کافر یا مرتد سمجھا ہو۔ یہ محض رجسٹرڈ تکفیری پارٹی کا غلو وتعصب ہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور احادیث بیعت وافتراق

جب یزید کی باقیات سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر غالب آگئے اور یزیدیوں نے حجازِ مقدس پر بھی کنٹرول حاصل کرلیا، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا اور اس بات کو خود مسعود صاحب لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے یزید، مروان اور عبدالملک بن مروان کی بیعت نہیں کی تھی، لیکن صحابہ کرام میں سے کسی نے ان کی تکفیر نہیں کی، بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ خود

یزید کی بیعت کیے ہوئے تھے (بخاری:۱۱۱۷) اس کے باوجود ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے متعلق ان کے کیا خیالات تھے؟ ملاحظہ کیجیے، مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ ہو چکا تھا، وہ مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کی لاش مدینہ کی ایک گھاٹی میں درخت پر لٹکا دی گئی۔......ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ ادھر سے گزرے۔ حضرت ابن زبیرؓ کی لاش کو دیکھکر وہاں کھڑے ہو گئے اور کہا ''اے ابوخبیبؓ السلام علیک، اے ابوخبیبؓ السلام علیک، اے ابوخبیبؓ السلام علیک۔......اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں نے تو پہلے ہی تمہیں اس کام سے منع کیا تھا، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم بہت روزہ دار، شب بیدار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے، اللہ کی قسم وہ اُمت کتنی اچھی ہے جس کا بُرا (بزعم دِشمن) تم جیسا ہو' (تاریخ الاسلام ص ۱۰۸)

دیکھئے عبداللہ بن عمر انہیں دعائیں دیتے رہے، ان کی نیکیوں کا تذکرہ کرتے رہے ان کی تعریفیں کرتے رہے، اگر ''جاہلیت'' سے مراد کفر ہی ہوتا اور ان کی موت کفر پر ہوتی (نعوذ باللہ) تو کیا اس صورت میں وہ ان کی نیکی اور تقویٰ کا ذکر کرتے ان کے لئے دعائیں مانگتے؟ یقیناً نہیں کیونکہ کفر و شرک کی موجودگی میں نیکی و تقویٰ کس کام کا!

مفہوم حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع

یہ ہے صحابہ کرام کا اجماعی طرزِ عمل کہ وہ خلیفہ وقت کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری طرف مسعود صاحب اور ان کا رجسٹرڈ فرقہ ہے کہ جو شخص ان کی رجسٹرڈ پارٹی میں شامل نہ ہو، اُن کے محکوم و مأمور بے اختیار امیر صاحب کی بیعت نہ کرے، خواہ وہ عقیدتاً و عملاً متقی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو، یہ اسے ''غیر مسلم'' دائرہ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسعود صاحب اور ان کے قائم کردہ فرقے کا رویہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے برخلاف و برعکس ہے۔

مسعود صاحب اور ان کی جماعت کا سبیل المؤمنین سے انحراف: مسعود صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''روایاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ چاروں رکعتوں میں قرأت کرنے پر صحابہؓ کا اجماع

ہے۔نہ صرف امام کے لئے بلکہ مقتدی کے لئے بھی۔کیا صحابہؓ کا یہ اجماع آپ کے نزدیک حجت ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ سبیل المؤمنین نہیں ہے جس پر آپ چل رہے ہیں۔سورۂ نساء کے الفاظ ﴿ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (آیت نمبر ۱۱۵) پر غور کیجیے۔'' (التحقیق فی جواب التقلید ص ۸۸)

مسئلہ قراءت خلف الامام پر تو ''اجماع'' کا دعویٰ محلِ نظر ہے لیکن مسعود صاحب کی جماعت کے سارے افراد مسئلہ بیعت میں کسی ایک بھی صحابی سے یہ بات پیش نہیں کر سکتے کہ انہوں نے بیعت نہ کرنے والوں پر کفر یا اسلام سے خارج ہو جانے کا فتویٰ لگایا ہو، نہ بسند صحیح وحسن اور نہ بسند ضعیف، حالانکہ ضعیف تو مردود روایت ہوتی ہے۔گویا اس پر صحابہ کا اجماع یقینی ومتفق علیہ ہے۔تو مسعود صاحب کی درج بالا تحریر کے مطابق وہ خود اور ان کی پوری پارٹی یقیناً ''سبیل المؤمنین'' سے منحرف ہے۔

اور سبیل المؤمنین سے انحراف کوئی معمولی جرم نہیں، مسعود صاحب کی محولہ آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ اور جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہوگئی اور وہ مومنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور (پھر) ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ (النساء:۱۱۵)

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ رجسٹرڈ جماعت کے ساتھیوں کو ''سبیل المؤمنین'' دل کی گہرائیوں سے قبول کرنے اور اس پر گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین یا رب العالمین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی طرزِ عمل ہمارے لئے ہدایت جاننے کا ایک روشن ذریعہ ہے۔

مسعود صاحب بہت سے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''......کہ جن لوگوں کے ایسے فضائل ہوں اُن سے کیسے اُمید کی جاسکتی ہے کہ سیاست کے میدان میں للّٰہیت کو چھوڑ کر دنیا دار اور مکار بن جائیں گے۔غیر اسلامی سیاست کو منظور کر لیں گے اور محض دُنیوی مفاد کی خاطر یا بزدلی سے کلمۂ حق کہنے سے گریز کریں گے اور کسی غیر شرعی حاکم اور اس کے غیر شرعی احکام

پر خاموش تماشائی بن جائیں گے۔ظاہر ہے کہ وہ جماعت جس میں خلوص اور للّٰہیت کی فراوانی ہو، وہ لوگ جو ہر وقت رضائے الٰہی کے طالب رہتے ہوں، جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کی آبیاری کی ہو وہ کس طرح اپنی آنکھوں سے اسلام کی پامالی دیکھ کر خاموش رہ سکتے ہیں۔'' (تاریخ الاسلام ص ۶۴۷)

جب معاملہ یہ ہے اور یقیناً یہی ہے کہ ہر صاحبِ ایمان رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق ایسا ہی اعتقاد رکھے گا۔اب رجسٹرڈ جماعت کے افراد بتائیں کہ اگر بیعت واقعی شرطِ ایمان ہوتی، بیعت نہ کرنے سے بندہ اسلام سے خارج ہو جاتا تو صحابہ کرام نے ایمانیات کے اس مسئلہ پر وہ بات کیوں بیان نہیں کی جسے آپ لوگ حق سمجھتے ہیں؟

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ایمانیات کا مسئلہ سمجھتے نہیں تھے اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔اجماع صحابہ سے متعلق مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''کسی دینی فعل پر اجماع صحابہ بھی حجت ہے۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کے فعل کا سر چشمہ ایک ہے اور وہ سر چشمہ سنت ہی ہو سکتی ہے'' (وقار علی صاحب کا خروج ص ۹ جدید طبع ص ۷، جماعت المسلمین کی دعوات ص ۵۳۳)

اسی طرح وہ لکھتے ہیں: ''اجماع صحابہ حکماً حدیث ہی کی ایک قسم ہے۔قرآن مجید یا حدیث کا انکار کرنے والا، ان کو حجت شرعیہ اور مأخذ قانون نہ ماننے والا کافر ہے''

(ہمارے عقائد ص ۴، جماعت المسلمین کی دعوات...ص ۳۰)

اس کے باوجود بھی اگر رجسٹرڈ جماعت کے افراد بیعت وافتراق سے متعلق احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے واضح ہونے والے ان کے اجماعی مفہوم کو تسلیم نہیں کرتے تو اپنے ہی مذکورہ بالا فتویٰ کفر کی زد میں ہوں گے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ ان کے ہاں اصول محض وضع کئے جاتے ہیں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔

مسعود صاحب کے چند تناقضات

اب مسئلہ زیر بحث سے متعلق مسعود صاحب کے چند تناقضات بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

پہلا تناقض: ایک طرف تو مسعود صاحب امیر کی بیعت کو شرط ایمان بتلاتے ہیں دوسری طرف یہ بھی لکھتے ہیں: ''۵۷ صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:۔حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ

سے بیعت نہیں کی حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے بیعت نہیں کی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ نے یزید سے بیعت نہیں کی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے دور فتن میں کسی سے بیعت نہیں کی'' (حوالہ مذکورہ ص ۱۷ کالم نمبر ۳)

المسلم: صلاح الدین صاحب نے خود ہی ''دورِ فتن'' کہہ کر بیعت نہ کرنے کے عذر کو بیان کر دیا۔ اب ہم کیا لکھیں......'' (الجماعۃ ص ۵۸)

اس مقام پر مسعود صاحب نے ''دورِ فتن'' کو بیعت نہ کرنے کے لئے ''عذر'' تسلیم کر لیا۔ اگر بیعت واقعی شرطِ ایمان ہوتی تو محض ''دورِ فتن'' اس کے لئے عذر نہ بن سکتا۔

کیا رجسٹرڈ جماعت کے افراد کوئی اور ایسی بات پیش کر سکتے ہیں کہ جو ''شرطِ ایمان'' ہو لیکن دورِ فتن میں اس پر عمل نہ کرنا عذر بن سکتا ہو؟ اور ''دورِ فتن'' میں اس پر عمل نہ کرنے کی گنجائش ہو؟ فتنوں کے دور میں تو ایمان کی حفاظت کی بہت زیادہ تاکید ملتی ہے لہٰذا ایسے دور میں ''شرطِ ایمان'' پر عمل کیوں ضروری نہیں؟

دوسرا تناقض: مسعود صاحب کا دوسرا تناقض یہ ہے کہ جناب نے اس مقام پر صلاح الدین صاحب کو جواب دیتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کو ''دورِ فتن'' قرار دے دیا چونکہ سیدنا معاویہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی بیعت نہیں کی تھی۔

جبکہ مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''ہم تو نہیں سمجھتے کہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ شر کا زمانہ تھا۔ ہم تو اسے خیر کا زمانہ سمجھتے ہیں۔''

(اعتراضات اور ان کے جوابات قسط نمبر ۱ ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک...ص ۴۷۹۔۴۸۰)

قارئین کرام! مسعود صاحب کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور تو شر کا زمانہ نہیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور کو ''دورِ فتن'' یعنی ''شر کا زمانہ'' قرار دے رہے ہیں کیا وہ خلیفہ نہ تھے؟

تیسرا تناقض: مسعود صاحب نے خیر القرون میں خلافتِ راشدہ کے زمانہ کو ''دورِ فتن'' کہہ کر بیعت نہ کرنے کے لئے ''عذر'' تسلیم کر لیا۔ لیکن آج کے حقیقی اور واقعی ''دورِ فتن'' اور شر

کے زمانے کو بیعت نہ کرنے کے لئے عذر تسلیم نہیں کیا۔آج جواُن کے امیر کی بیعت نہیں کرتا یہ اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ''دورِفتن''، جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیعت نہ کرنے کے لئے عذر ہوسکتا ہے تو آج کا بدترین پُرفتن دور بیعت نہ کرنے کے لئے عذر کیوں نہیں بن سکتا؟ جبکہ مسعود صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تلزم جماعت المسلمین وامامھم'' کے زمانہ کو شر کا زمانہ کہا ہے، ''

(اعتراضات اوران کے جوابات، قسط نمبر ا ص ۵، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک...ص ۴۸۰)

جس سے واضح ہوتا ہے کہ موصوف اپنے دور کو شر کا زمانہ ہی سمجھتے تھے ۔جیسا کہ ان کے دورِامارت میں شائع کردہ ایک کتابچہ میں واضح طور پر لکھا ہے: ''اب یہ جو ہمارا دور ہے، شر وفتن کا دور، تباہی و بربادی کا دور......کیا اس دور کے بارے میں بھی کتاب وسنت سے کوئی لائحہ عمل، کوئی مشورہ، کوئی رہنمائی یا کوئی حکم ملتا ہے؟'' (دعوت حق ص ۲۳، اشاعت دوم، سالِ طباعت ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶ء)

اس کے بعد حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا حدیث نقل کی گئی ہے۔اس وضاحت کے باوجود مسعود صاحب اوران کی رجسٹرڈ جماعت والوں کا ان کی بیعت نہ کرنے کی بنا پر موجودہ دور کے جمیع اہلِ اسلام کو کافر اوراسلام سے خارج سمجھنا کھلا تناقض نہیں تو اور کیا ہے؟

چوتھا تناقض: اس سلسلے میں مسعود صاحب کا چوتھا تناقض یہ ہے کہ بیعت کو شرطِ ایمان قرار دینے کے باوجود دوسری طرف یہ بھی لکھتے ہیں:

''امیر سے علیحدگی گناہ عظیم ہے|رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

......جس شخص کوامیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی (صحیح بخاری کتاب الفتن وصحیح مسلم کتاب الامارۃ)......اور جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں (امیر کی) بیعت نہ ہوتو وہ جاہلیت کی موت مرے گا''

(اجتماعیت اوراسلام سلسلہ اشاعت نمبر ۱۰۴، رجب ۱۴۰۴ھ ص ۳۔۴)

نیز لکھتے ہیں: ''جماعت سے علیحدہ ہونا گناہ عظیم ہے|رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

......جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی

موت ہوگی۔'' (حوالہ بالاص۲، جماعت المسلمین کی دعوات ص۱۵۳)

مندرجہ بالا اقتباسات میں امیر سے علیحدگی اختیار کرنے اور بیعت نہ کرنے کی احادیث پر ''گناہ عظیم'' کی سرخی قائم کی اور انہیں گناہ عظیم یعنی گناہ کبیرہ قرار دیا۔ مسعود صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''ہمارے ہاں بھی ایک لحاظ سے درجہ بندی ہے۔ صلاح الدین صاحب کا بیان صحیح نہیں بلکہ اتہام ہے۔ ہمارے ہاں کفر اور شرک، کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ تینوں کی درجہ بندی موجود ہے۔ ہم گناہ صغیرہ یا کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے، مسلم ہی کہتے ہیں'' (الجماعۃ ص۳۳)

ایک طرف تو جاہلیت کی موت والی احادیث پیش کر کے اس سے کفر کی موت مراد لیتے ہیں دوسری طرف بیعت نہ کرنے اور امیر یا جماعت سے علیحدگی والی وہی احادیث پیش کر کے اس سے گناہ عظیم مراد لیتے ہیں پھر ان کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں مسلم ہی کہتے ہیں۔ تو پمفلٹ ''اجتماعیت اور اسلام'' کے اقتباسات کی روشنی میں ''جماعت اور امیر'' سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور بیعت نہ کرنے والا محض گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ لیکن ان کی اپنی وضاحت کی روشنی میں ''مسلم'' ہی رہتا ہے کافر نہیں ہو جاتا دوسری طرف وہ شرطِ ایمان کا تارک، کافر اور اسلام سے خارج ٹھہرتا ہے کیا یہ واضح تضاد و تناقض نہیں؟

مسعود صاحب کی تکفیری دعوت: اس سلسلے میں مسعود صاحب کا پانچواں تناقض نہایت ہی عجیب ہے۔ الجماعۃ نامی کتاب جس میں مسعود صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر بالفرض محال صحابی نے بھی بیعت نہ کی تو جاہلیت کی موت مرنے والا قانون قانون ہی رہے گا۔ ہم ابتدا میں باحوالہ ان کی مکمل عبارتیں نقل کر آئے ہیں۔ لیکن اسی کتاب میں وہ سابق مدیرِ تکبیر صلاح الدین صاحب کو یہ دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جماعت المسلمین کے امیر کے ہاتھ پر بیعت نظامِ باطل کے مٹانے کے لئے ہی کی جاتی ہے تو پھر یا تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لیجئے یا دور رہتے ہوئے بھی اس کی تائید و حمایت میں سرگرم ہو جایئے۔'' (الجماعۃ ص۵۵۔۵۶)

حیرت ہے کہ مسعود صاحب امیر کی بیعت کو شرطِ ایمان قرار دیتے رہے اور کفر کی موت سے

بچنے کے لئے ضروری ولازمی قرار دیتے رہے، اس کے باوجود صلاح الدین صاحب کو یہ دعوت دی کہ یا بیعت کر لیجیے یا دور رہتے ہوئے......الخ جب بیعت شرطِ ایمان ہے تو مسعود صاحب کو یہ اتھارٹی کہاں سے حاصل ہوگئی کہ وہ کسی کو شرطِ ایمان کی تکمیل نہ کرنے کی دعوت دے دیں، ان کے اصولوں کے مطابق تو مسعود صاحب کی یہ دعوت خالص کفر اختیار کرنے کی دعوت ہے ، نیز شریعت سازی بھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لاشعور میں خو د مسعود صاحب بھی یہ سمجھتے تھے کہ امیر کی بیعت نہ تو شرطِ ایمان ہے اور نہ یہ کفر واسلام کا مسئلہ (واللہ اعلم وعلمہ اتم) وگرنہ صلاح الدین صاحب کو ہرگز ایسی دعوت نہ دیتے جو ان کے اپنے اصولوں کی رو سے خالص کفریہ دعوت ٹھہرتی ہے۔ رجسٹرڈ جماعت کے افراد بتلائیں کہ ان کے فرقہ کے بانی امیر صاحب اس کفریہ دعوت دینے کے بعد ان کے خانہ ساز تکفیری قوانین واصول کا شکار ہوکر ''کافر'' ہوئے یا تکفیری اصول محض مخالفین ہی کے لئے ایجاد کیے گئے ہیں؟

المختصر! کہ مسعود صاحب کے خود ساختہ اور باطل اصول کی روشنی میں بیعت نہ کرنے کی وجہ سے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بہت سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم کی تکفیر ہوتی ہے۔ جن اصولوں سے صحابہ کرام کی تکفیر ہوتی ہو وہ اصول کبھی حق نہیں ہوسکتے۔ ان کا باطل ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے بانی وامیر ثانی کی محبت میں غرق ہوکر صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم کی تکفیر پر راضی رہتے ہیں یا پھر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم کی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے ان من گھڑت اصولوں کو باطل قرار دیتے ہوئے انھیں چھوڑ دیتے ہیں۔ **وباللّٰہ التوفیق**

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

حدیث: ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم'' اور رجسٹرڈ فرقہ

مسعود صاحب اوران کے بنائے ہوئے رجسٹرڈ فرقے ''جماعت المسلمین'' والوں کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے اپنے فرقے کی بنیاد صحیحین کی ایک حدیث پر رکھی ہے، حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو قرآن مجید و دیگر احادیث صحیحہ کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے اور انھیں نظر انداز کرتے ہوئے ایک تکفیری فرقہ کی بنیاد رکھ دی۔

جبکہ کسی بھی آیت یا حدیث کو سمجھنے کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اس موضوع کے دیگر نصوص کو بھی سامنے رکھا جائے، اور ایسا مفہوم بیان ہو کہ اس سے دیگر نصوص کی مخالفت لازم نہ آئے، جیسا کہ مسعود صاحب نے لکھا:

''عالم کو چاہیے کہ ہر آیت کی تشریح کرتے وقت قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ پر گہری نظر رکھے اور تمام آیات اور احادیث کے مجموعی نتیجہ کو اپنا رہنما بنائے'' (الجماعۃ ص ۶۹)

اس مسلمہ اصول کے مطابق غور کرتے ہوئے ''جماعت'' اور ''امام'' سے متعلق دیگر احادیث کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ رجسٹرڈ فرقہ پرست لوگ حدیث: ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم'' کو سمجھ ہی نہیں پائے، پھر ان کے طرزِ عمل اور رویے کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لئے آمادہ بھی نہیں، ضد و خود آرائی کا یہ عالم ہے کہ ان سے اس حدیث کے مفہوم پر جب بھی گفتگو کی کوشش کی جائے تو راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور سامنے آنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

مفہوم تو درکنار محض ترجمہ کے مطالبہ پر ہی مسعود صاحب نے تکفیری فتوؤں کی گولہ باری کر دی تھی، چنانچہ ان سے سوال ہوا کہ '' آپ جماعت المسلمین کا ترجمہ ''مسلمین کی جماعت'' کیوں نہیں کرتے ؟'' تو مسعود صاحب نے کچھ اس طرح غیض وغضب کا اظہار

فرمایا: ''اردو میں عربی کے سیکڑوں مرکبات استعمال ہوتے ہیں لہٰذا ترجمہ کرتے وقت مرکب کے توڑنے کی ضرورت نہیں۔کفایت اللہ صاحب تو اس لئے توڑ رہے ہیں کہ مرکب ''جماعت المسلمین'' باقی نہ رہے...جو الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے نکلے تھے آخر ان سے کیا چڑ ہے؟''

(الجماعۃ ص ۷۰، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک اسلام کی آئینہ دار ہیں ص ۶۳۹)

تنبیہ: یہ دوسرا حوالہ مسعود صاحب وغیرہ کے کتابچوں کا مجموعہ ہے، جس کے پاس کتابچے نہ ہوں وہ اس سے حوالہ چیک کر سکتے ہیں اختصار کی خاطر آئندہ اس کے حوالے کے لئے صرف ''آئینہ دار'' لکھا جائے گا۔

کیا ترجمہ الفاظِ حدیث سے چڑ کی علامت ہے؟

قارئین کرام! غور کیجئے سوال صرف اتنا تھا کہ آپ اس حدیث کے الفاظ میں سے ''جماعۃ المسلمین'' کا ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔مسعود صاحب نے بے دھڑک ''الفاظِ رسول اللہ ﷺ سے چڑنے'' کا فتویٰ ٹھوک دیا۔گویا الفاظ رسول اللہ ﷺ کا ترجمہ کرنا ان سے چڑ کے مترادف یا چڑ کی علامت ہے! جیسا کہ مسعود صاحب کے اس طنز سے ظاہر ہوتا ہے۔تو مسعود صاحب کی ذہنیت کے حامل کوئی فرد ان کے اس انداز کو ان سے مستعار لے کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مسعود اور ان کے بنائے ہوئے رجسٹرڈ فرقے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ان تمام الفاظ سے ''چڑ'' ہے، جن الفاظ کا وہ ترجمہ کرتے ہیں۔حتیٰ کہ حدیث زیر بحث کے دو لفظ ''جماعۃ المسلمین'' کے علاوہ باقی تمام الفاظ سے بھی ''چڑ'' ہے کیونکہ ان دو لفظوں کے علاوہ یہ اس پوری حدیث کا ترجمہ لکھتے اور بیان کر دیتے ہیں۔یہ مسعود صاحب کے بے جا طنز و تشنیع کی عادت اور تکفیری سوچ کا نتیجہ ہے کہ خود سمیت اپنے پورے رجسٹرڈ فرقے کو الفاظِ رسول اللہ ﷺ سے ''چڑ'' میں مبتلا ثابت کر دیا۔

باقی یہ بات محتاجِ تفصیل نہیں کہ ترجمہ تو سمجھانے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ چڑ کی وجہ

سے، ہاں البتہ یہ رجسٹرڈ فرقے کی اشد مجبوری ہے کہ وہ ان الفاظ کا ترجمہ نہیں کر سکتے کہ مسعود صاحب کی ایجاد کردہ حدیث کے مطابق ''مسلمین کی جماعت کا نام اللہ کے رسول ﷺ نے جماعت المسلمین رکھا تھا'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص۳، آئینہ دار ص ۱۷)

تو جو یہ حدیث گھڑ کر اسے ''نام'' بنا چکے ہیں، وہ ترجمہ کیوں کرتے؟ اور اگر ترجمہ کر دیا تو عامۃ الناس کو مغالطہ دینا کس طرح ممکن ہوگا، سو ایسی ہی مجبوریوں کی بنا پر مسعود صاحب نے ''چڑ'' کی تہمت لگائی، لیکن اس ظلم و تعدی کا نتیجہ ہے کہ اپنے ہی بنے ہوئے جال میں بری طرح پھنس گئے۔

اس ایک مثال سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو ترجمہ کے مطالبہ پر ہی اس قدر غیض وغضب کا شکار ہو جائیں وہ مفہوم پر بحث کے لئے کس طرح آمادہ ہو سکتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ یہ لوگ تو بس اپنی ہی باتیں دہراتے چلے جاتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بس یہی ایک بات تو بیان نہیں کی، اس معاملہ میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے اور مسلمہ اصول ''ان الحدیث یفسر بعضہ بعضًا'' کے مطابق ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا درست مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔

اس مضمون میں رجسٹرڈ فرقہ کے لٹریچر میں موجود اس موضوع کی دیگر آیات و احادیث سے حدیث ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم'' کے الفاظ ''جماعۃ'' اور امام کی وضاحت کی جائے گی، دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یاربَّ العالمین۔

تنبیہ: یاد رہے کہ ''جماعت'' کے مفہوم پر گفتگو کے دوران میں ''نماز کی ''جماعت'' اور جنت میں جانے والی ''جماعت'' نیز امام پر بحث کے دوران میں نماز کا امام، انبیاء علیہم السلام کی امامت، نیز علم کا امام اس بحث سے خارج ہے۔

۱: **جماعت کا مفہوم:** حدیث زیرِ بحث، نیز وہ تمام احادیث جن میں ''لزوم جماعت'' کا ذکر ہے اُن میں جماعت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں مسعود صاحب نے لکھا:

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً . (صحيح بخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورًا تنکرونها جزء ۹ ص ۵۹ وصحیح مسلم کتاب الامارة باب الامر بلزوم الجماعة جزء ۲ ص ۱۳٤)

جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''

(امیر کی اطاعت ص۴، اشاعت جدید ص۲، آئینہ دار ص۲۲۰)

چند سطور بعد مسعود صاحب نے لکھا:

''حدیث مذکور کے پہلے جزء میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزء میں سلطان کا لفظ ہے جو امیر ہی کے لئے استعمال ہوا۔'' (حوالہ بالا ص۵، آئینہ دار ص۲۲۱)

ان کی یہ بات درست نہیں تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کے دوسرے طریق کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔ جو مسعود صاحب نے بھی نقل کرتے ہوئے لکھا: ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شيئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِر عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَةً. (صحيح بخاری کتاب الفتن جزء ۹ ص ۵۹ وصحيح مسلم کتاب الاماره باب الامر بلزوم الجماعة جزء ۲ ص ۱۳٦)

جو شخص اپنے امیر کی کوئی ایسی بات دیکھے جو اُسے ناپسند ہو تو اس پر صبر کرے اس لئے کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ نوٹ: جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ یعنی کفر کا زمانہ ہے۔ اس حدیث کے پہلے جزء میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزء میں جماعت کا لفظ ہے گویا امیر کو چھوڑنا جماعت کو چھوڑنا ہے۔'' (امیر کی اطاعت ص۵۔۶، آئینہ دار ص۲۲۱۔۲۲۲)

اب دیکھئے کہ مسعود صاحب کی وہ بات درست کیوں نہیں؟ اس لئے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی اس حدیث کے دونوں طرق کے پہلے حصے میں ''امیر'' کا لفظ موجود ہے۔

پہلے طریق کے الفاظ ہیں: "مَنُ رَأَى مِن اميره شيئًا يكرهه"

دوسرے طریق کے الفاظ ہیں: "من كره من اميره شيئًا"

جبکہ حدیث کے دوسرے حصے میں:

پہلے طریق کے الفاظ ہیں: **"من فارق الجماعة شبرًا"**

دوسرے طریق کے الفاظ ہیں: **" من خَرَجَ من السلطانِ شبرًا "**

ظاہر ہے کہ اس حدیث کے دونوں طریق میں امیر کے مقابل امیر ہی کا لفظ ہے، البتہ ''الجماعۃ'' کے مقابل ''السلطان'' کا لفظ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ''جماعت'' سے مراد ''السلطان'' ہے، کہ ان سے علیحدگی کا ذکر ہے۔ امام بخاری و امام مسلم بھی یہ دونوں حدیثیں اوپر نیچے ساتھ ساتھ لائے ہیں۔

رجسٹرڈ فرقہ کے امام ثانی محمد اشتیاق صاحب نے ۱۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ''جماعۃ'' لفظ والی مختلف احادیث نقل کرنے کے بعد اعتراف کیا:

''صحابہ کرام ''جماعۃ'' کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ اگر کسی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''سلطان'' کا لفظ استعمال کیا تو ان تمام احادیث کی روشنی میں لفظ ''سلطان'' کو جماعت کے معنی پر منطبق کیا جائے گا۔ لہٰذا سلطان اور جماعت ایک ہی چیز ہے''

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۳)

یہ کتابچہ ۱۴۱۸ھ میں شائع ہوا، جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ بات آج سے تقریباً سولہ سال پہلے اشتیاق اور ان کا رجسٹرڈ فرقہ بڑے صاف اور واضح لفظوں میں صرف تسلیم ہی نہیں بلکہ بیان بھی کر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے مابین اس حد تک تو کوئی اختلاف نہیں رہا کہ ''جماعت'' اور ''سلطان'' کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر بیان ہوئے، دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ **فللّٰه الحمد**

سلطان کا معنی و مفہوم

جب یہ واضح ہو چکا کہ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، اور حدیث میں ایک دوسرے کی جگہ واقع ہوئے ہیں تو جو معنی سلطان کا ہوگا وہی جماعت کا ہوگا۔ اب مسعود صاحب کے قلم سے اس کا معنی و مفہوم ملاحظہ کیجئے:

۱: مسعود صاحب نے لکھا:

''سلطان کے معنی دلیل، حجت، اختیار اور قوت کے ہیں'' (امیر کی اطاعت ص۴ آئینہ دار ص۲۲۰)

۲: نیز لکھا: ''(سلطان = دلیل، قوت، بادشاہ)'' (تفسیر قرآن عزیز ج۵ ص۴۱۸)

۳: ایک اور مقام پر لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور اس طرح دعا کرنے کی ہدایت کی (وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّی مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا) اور (اے رسول) اس طرح دعا کیجئے: اے میرے رب مجھے اچھی طرح ہجرت گاہ میں داخل کرنا اور اچھی طرح (اس) بستی سے نکالنا اور اپنے پاس سے قوت وغلبہ کو میرا مددگار بنانا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت کی تو اس دعاء کے اثرات پوری طرح ظاہر ہوئے آپ دارالہجرت مدینہ میں داخل ہوئے تو بڑی شان سے داخل ہوئے اور جب مکہ سے نکلے تو بخیر و عافیت نکلے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت وغلبہ عطا فرمایا'' (تفسیر قرآن عزیز ج۶ ص۱۶۴)

آیت بالا کے متعلق اشتیاق صاحب نے لکھا:

''اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے موقع پر ایک دعا بتا رہا ہے کہ... جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو اس طرح دعا کرتے رہیے اور آپ دعاء کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آپ کی دعاء کی برکت سے حکومت قائم کر دی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پھر صاحب اقتدار و حکومت ہو گئے۔ اس سے ہمیں کب اختلاف ہے ہم بھی تو یہی

کہتے ہیں'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۴)

قارئین کرام! غور کیجئے، آیت میں لفظ ''سلطان'' وارد ہوا، مسعود صاحب نے تفسیر میں لکھا: ''مدینہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت وغلبہ عطا فرمایا۔'' اس ''قوت وغلبہ'' سے کیا مراد ہے؟

اشتیاق صاحب نے عام فہم الفاظ میں بتا دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں ... حکومت قائم کر دی پھر آپ صاحبِ اقتدار وحکومت ہو گئے'' گویا قوت وغلبہ سے مراد ''حکومت واقتدار'' ہے اور یہ سب لفظِ ''سلطان'' ہی کا مفہوم بیان کیا ہے۔ رجسٹرڈ فرقہ کے دونوں اماموں نے۔

۴: مسعود صاحب نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''کوئی شخص دوسرے کی جائے حکومت یا اُس کے گھر میں بغیر اُس کی اجازت کے امامت نہ کرے'' (صلوٰۃ المسلمین ص ۱۴۸)

پھر بطور دلیل حاشیہ نمبر: ۳ میں یہ حدیث نقل کی:

''**قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ... الا بإذنہ ...**

(صحیح مسلم عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ)

۵: مسعود صاحب نے اپنی ''منہاج'' میں اسی حدیث کے تحت مسئلہ اس طرح لکھا:

''کسی دوسرے کی حکومت کی جگہ یا کسی دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت کے کوئی شخص امامت نہ کرے'' (منہاج المسلمین ص ۱۴۶)

مسعود صاحب کی ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ سلطان کا معنی ہے ''جائے حکومت'' جسے سلطنت بھی کہتے ہیں۔

۶: اسی طرح اپنی منہاج میں لکھا:

''حکام سے دور رہے، جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کرے''

پھر حاشیہ میں یہ حدیث بھی نقل کی:

"قال رسول اللّٰہ ﷺ من اتی ابواب السلطان افتتن (رواہ الترمذی و حسّنہ)" (منہاج ص ۶۷۴)

دیکھئے مسعود صاحب نے "حکام" لکھا اور حدیث وہ نقل کی جس میں "سلطان" کا لفظ ہے۔ تو سلطان کا معنی "حاکم" بھی ہے اور جس کے پاس اقتدار ہو حکومت ہو وہ حاکم ہی ہوتا ہے۔ اقتباسات تو مزید بھی نقل کئے جاسکتے ہیں، لیکن اختصار کی خاطر انھیں چند ایک پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

مسعود صاحب کی تحریرات سے "سلطان" کے مختلف معانی سامنے آتے ہیں جیسے: دلیل، حجت، قوت، اختیار، غلبہ، حکومت، جائے حکومت، بادشاہ اور حکام اور سوائے دلیل و حجت کے باقی تمام معانی یکساں ہیں۔ اگرچہ "سلطان" کا معنی دلیل و حجت بھی ہے لیکن حدیث "من خرج من السلطان" میں یہ دلیل و حجت کے معنی میں نہیں۔ اگر یہی معنی لئے جائیں تو حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہوگا "جو شخص دلیل یا حجت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی ایک خصلت پر مرے گا۔"

یہ مفہوم قطعاً درست نہیں، چونکہ نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام کے تمام اہل اسلام علماء نہیں ہو سکتے۔ (دیکھئے سورۂ توبہ: ۱۲۲، النحل: ۴۳)

تو ایسی صورت میں بہت سے اہل ایمان "دلیل و حجت" سے دور ہو سکتے ہیں۔ عدم علم یا بروقت استحضار نہ ہونے کے سبب تو کیا ایسی صورت میں اس کی موت جاہلیت پر ہوگی؟ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں، تو سلطان کا معنی حکومت و اقتدار ہی بنتا ہے۔ جب رجسٹرڈ فرقہ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ "سلطان اور جماعت ایک ہی چیز ہے" اور سلطان کا معنی حکومت ہے تو جماعت کا معنی بھی حکومت و اقتدار ہی ہے۔ جیسا کہ رجسٹرڈ جماعت کے ایک کتابچہ میں صاف صاف لکھا ہے:

"""الجماعۃ" یعنی منزل من اللہ دین کو قائم کرنے والی اسلامی حکومت موجود نہیں ہے"

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۲، طبع ۱۴۱۶ھ)

یہ تو معلوم ومعروف ہے کہ عربی اور اردو زبان میں ''یعنی'' کہہ کر کسی لفظ کا معنی ومفہوم بیان کیا جاتا ہے۔اور مسعود صاحب کے مرتب کردہ اس کتابچہ میں ''یعنی'' کہہ کر ''الجماعۃ'' کا مطلب ومفہوم ''دین کو قائم کرنے والی اسلامی حکومت'' بیان کیا گیا ہے۔**فللّٰہ الحمد**

قارئین کرام! قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور خود رجسٹرڈ فرقے کی مسلمات کی روشنی میں ''جماعت'' کا مفہوم آپ کے سامنے ہے۔ان دلائل کی روشنی میں علی وجہ البصیرت عرض ہے کہ لزومِ جماعت والی احادیث میں ''جماعت'' سے مراد مسلمین کی اسلامی حکومت و اقتدار ہے۔ یہ حکومت واقتدار سے محروم ومحکوم لوگوں کی کسی رجسٹرڈ یا غیر رجسٹرڈ پارٹی اور تنظیم کا نام نہیں۔

اشتیاق صاحب کے نوادرات

اس استدلال کے جواب میں رجسٹرڈ فرقے کے امام اشتیاق صاحب نے مسعود صاحب کی خودساختہ ''جماعت'' کے دفاع میں جو نوادرات پیش کئے ہیں وہ اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کرلیں:

۱: حدیث میں خلیفہ یا حاکم مروی نہیں۔اشتیاق صاحب نے لکھا:

''سلطان کے معنی حاکم کرنا یا خلیفہ کرنا غلط ہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں لفظ خلیفہ یا حاکم نہیں روایت کیا گیا اور جب روایت نہیں کیا گیا تو سلطان کے معنی خلیفہ یا حاکم کیسے ہو گئے''

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۰)

عرض: اس مختصر سی عبارت میں دو واضح غلطیاں ہیں:

اول: اشتیاق صاحب کی اس ''کیونکہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے معنی حاکم یا خلیفہ بیان کرنا اس لئے غلط ہے کہ حاکم وخلیفہ کے لفظ حدیث میں مروی نہیں، جب نہیں تو یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے۔ سبحان اللہ، کیا جواب ہے!!! اشتیاق صاحب کی ایسی عجیب وغریب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم تو درکنار جناب کو صاحب عقل کی صحبت تک میسر نہیں آئی، اسی

لئے ایسی جہالت سے بھر پور غلط باتوں کو بے دھڑک لکھ کر شائع بھی کر دیتے ہیں۔

سوچئے! کیا کسی لفظ کے معنی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ معنی والا لفظ حدیث میں مروی ہو ورنہ وہ معنی غلط ہوگا؟ اگر ان کا اصرار ہو کہ ہاں ضروری ہے تو بتایئے مسعود صاحب نے سلطان کے معنی ''بادشاہ'' بھی لکھا ہے۔ کیا اشتیاق صاحب کو ''بادشاہ'' لفظ بھی حدیث میں نظر آیا؟ نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا تو یہ غلط معنی کیوں آپ کے لٹریچر کا حصہ ہے؟ اور یہ بھی واضح کریں کہ خود جناب بھی اپنے اس خود ساختہ اصول کی پابندی کیوں نہیں کرتے کہ جناب نے اپنی ''تحقیق کا فقدان'' میں لکھا: ''فرج کا ترجمہ... کپڑے کا ایک ٹکڑا یا پھٹن بھی ہے (المنجد)'' (تحقیق کا فقدان ص ۳۱)

بتایئے کپڑے کا ایک ٹکڑا اور پھٹن کون سی حدیث میں مروی ہے؟

المختصر! اشتیاق صاحب کو چاہیے کہ اردو ترجمہ نہ کیا کریں تا کہ کم از کم خود تو اپنے اصول کے پابند رہیں۔ اگر وہ پابندی نہ کر سکیں اور ہر گز نہ کر سکیں گے تو اپنے اس باطل و فضول قاعدے کو اپنے کتابچہ سے نکال دیں۔

اشتیاق صاحب کی صریح غلط بیانی

دوم: یہ کہ اشتیاق صاحب نے اس مقام پر ''صریح غلط بیانی'' سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ''کسی حدیث میں لفظ خلیفہ یا حاکم نہیں روایت کیا گیا'' حالانکہ نہ صرف یہ کہ روایت کیا گیا ہے بلکہ اشتیاق صاحب کی تحریرات میں نقل بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ اشتیاق صاحب نے فیض احمد صاحب کی کتاب ''نماز مدلل'' سے اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھا:

''حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے قال رسول اللہ ﷺ اذا حکم الحاکم فاجتهد ... الخ (نماز مدلل ص ۷)''

(تحقیق صلاۃ ص ۲۸)

پھر اشتیاق صاحب نے جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا:

''مندرجہ بالا حدیث میں لفظ ''حاکم'' وارد ہوا ہے۔لفظ عالم نہیں ہے۔اس حدیث کا اطلاق حاکم یا بادشاہ وقت یا خلیفۃ المسلمین یا قاضی پر تو ہوتا ہے''

(تحقیق صلاۃ بجواب نماز مدلل ص۲۹،شائع شدہ ۱۹۹۵ء)

دیکھ لیجیے!اشتیاق صاحب نے ''حاکم'' والی روایت کی نفی کی کہ حدیث میں روایت نہیں جبکہ ان کی اپنی کتاب میں لفظ حاکم والی متفق علیہ روایت موجود ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتھد ،رقم:۷۳۵۲، وصحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب اجر الحاکم ،اذا اجتھد ،رقم:۴۴۸۷)

جس کا اطلاق اشتیاق صاحب کے خیال سے خلیفہ، قاضی ، حاکم یا بادشاہ پر ہی ہوتا ہے۔قطع نظر اس سے کہ اس کا اطلاق عالم پر ہوتا ہے یا نہیں۔حدیث میں لفظ حاکم موجود ہے ۔اشتیاق صاحب کا انکار صریح غلط بیانی ہے۔اب انھیں کے قلم سے ''خلیفہ'' والی حدیث ملاحظہ کیجئے!لکھا ہے:

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قال النبی ﷺ لا یزال ھذا الامر عزیزًا إلی اثنی عَشَر خلیفة... (صحیح مسلم۳/۱۴۵۴)

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دین بارہ خلفاء تک غالب ہی رہے گا''

(کیا امیر کا قریشی ہونا ضروری ہے؟ص۲)

غلط فہمی سے اتفاق!

۲: اس استدلال کے خلاف اشتیاق صاحب کا ایک اور جواب ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

''غلط فہمی: رسول اللہ ﷺ کو جب مکہ سے ہجرت کا حکم دیا گیا تب سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۸۰ نازل ہوئی (ترمذی ابواب التفسیر ج۲ص ۳۸۸ عن ابن عباس وسندہ صحیح) وہ آیت اور مسعود صاحب کا ترجمہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ کرلیں اور یہ بات پیش نظر رہے کہ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تھی...وہاں مسعود صاحب نے سلطان کا ترجمہ قوت وغلبہ کیا مدینہ

میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکومت و اقتدار عطا کیا معلوم ہوا یہاں سلطان کے معنی حکومت و اقتدار کے ہیں۔

ازالہ: جناب خیراتی صاحب نے پھر استدلال کرنے میں غلطی کی۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے موقع پر ایک دعا بتا رہا ہے... آپ دعاء کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آپ کی دعاء کی برکت سے حکومت قائم کر دی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پھر صاحبِ اقتدار و حکومت ہو گئے۔ اس سے ہمیں کب اختلاف ہے''

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۴)

عرض: قارئین کرام! اشتیاق صاحب کی عقل اور سوجھ بوجھ ملاحظہ کیجئے، جس بات کو ''غلط فہمی'' کا عنوان دے کر بزعم خود ''ازالہ'' کرنے چلے تھے اسی بات کو تسلیم کر گئے۔ آپ مندرجہ بالا غلط فہمی و ازالہ دونوں پر غور فرما کر فیصلہ کریں کہ مفہوم و مطلب کے اعتبار سے دونوں عنوانات کی عبارات میں کیا فرق ہے؟

رضوان اللہ خیراتی سابق رکن رجسٹرڈ فرقہ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۸۰ میں لفظ سلطان کا مفہوم ''حکومت و اقتدار'' قرار دے کر لکھا:

''مدینہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکومت و اقتدار عطاء کیا''

تو اشتیاق صاحب نے بھی لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں ...حکومت قائم کر دی... اس سے ہمیں کب اختلاف ہے''

جب اختلاف نہیں تو اتفاق ہی ہوا، پھر اسے ''غلط فہمی'' قرار دینے کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) اشتیاق صاحب اور رجسٹرڈ فرقہ کو ''غلط فہمی'' اور ''درست فہمی'' کا مطلب تک معلوم نہیں۔

(۲) ان لوگوں کو بڑا شوق ہے دوسروں کی درست باتوں کو بھی ''غلط فہمی قرار دینے کا''

کیا لفظ سلطان یا اس سے استدلال بے ثبوت ہے؟

۳: اس استدلال کے خلاف ایک اور جواب کچھ اس طرح لکھا:

''خیراتی صاحب نے حکومت اور اقتدار کو ثابت کرنے کے لئے جس لفظ سلطان سے استدلال کیا ہے وہ بے ثبوت اور محض کھینچا تانی ہے'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۰)

عرض: نہ تو لفظ سلطان بے ثبوت ہے نہ ہی استدلال، استدلال کی بحث تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ''غلط فہمی'' قرار دینے کے باوجود جناب خود بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

اب لفظ کے سلسلے میں اشتیاق صاحب کی تردید ان کے اپنے قلم سے ملاحظہ فرما لیجئے، لکھا ہے: ''اگر کسی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''سلطان'' کا لفظ استعمال کیا ہے تو ان احادیث کی روشنی میں لفظ ''سلطان'' کو جماعت کے معنی پر منطبق کیا جائے گا۔ لہٰذا سلطان اور جماعۃ ایک ہی چیز ہے'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۳)

لیجئے ص ۳۰ پر بے ثبوت کہا ص ۳۳ پر ثبوت تسلیم کر لیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے روایت کیا ہے تو یہ بے ثبوت کہاں رہا؟ الختصر کے صحیحین کی متفق علیہ حدیث میں لفظ سلطان موجود ہے اور استدلال بھی اشتیاق صاحب نے تسلیم کر لیا ہے، انکار محض ضد ہے اور کچھ نہیں۔

امام سے کیا مراد ہے؟

جماعت کے مفہوم کی وضاحت کے بعد ''امام'' کے مفہوم پر غور کرتے ہیں، اس سے حدیث: ''تلزم جماعۃ المسلمین و امامہم'' کا مفہوم بالکل واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

مسعود صاحب نے لکھا: '' امام جماعت اور امیر جماعت ہم معنی ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ألا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته فالامام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته...** خبردار تم میں سے ہر شخص حکمراں ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام جو لوگوں پر حکمراں ہوتا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ (صحیح البخاری... جزء ۹ ص ۷۷)'' (امیر کی

اطاعت ص۱۴، طبع جدید ص۸، آئینہ دار ص۲۲۹)

مسعود صاحب کی نقل کردہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ''امام'' لوگوں کے حکمران کو کہتے ہیں۔

''راعٍ'' کامفہوم: مسعود صاحب نے لکھا:

''اس حدیث میں لفظ راعٍ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی درج ذیل ہیں:

(۱) اسم فاعل و کل من ولی امر قوم، و فی الاصطلاح ھو المتحق فی معرفة الامور السیاسة المتعلقة بالمدنیة المتمکن علی تدبیر النظام الموجب لصلاح العالم (محیط المحیط قاموس مطول للغۃ العربیۃ ص۳۴۱)

ترجمہ (یہ لفظ رعایۃ سے) اسم فاعل (ہے، اس سے مراد) ہر وہ شخص ہے جو کسی قوم کے امر کا والی ہو اور اصطلاح میں (اس سے مراد وہ شخص ہے جو) مدنیت کے متعلق امور سیاست کو واجب اور قائم کرنے والا (ہو یا) جو صلاح عالم کے لئے انتظامی تدابیر پر قدرت رکھنے والا (ہو)... ہر وہ شخص جو کسی قوم کے امر کا والی ہو جیسے اُسقف (بادشاہ یا عالم) اور بطریک (سردار یا رئیس) (۳) والی، امیر... الغرض مندرجہ بالا تصریحات کے لحاظ سے ''راعٍ'' کا صحیح ترجمہ حکمراں ہے۔ (امیر کی اطاعت ص۱۵ طبع جدید ص۸ آئینہ دار ص۲۲۹)

مسعود صاحب نے ''راعٍ'' سے متعلق جو لغوی بحث کتبِ لغت سے نقل کی ہے اس سے چند امور واضح ہوتے ہیں:

۱: امام وہ ہے جو کسی قوم کے امر کا والی ہو۔

۲: امام وہ ہے جو مدنیت سے متعلق امور سیاست پر قدرت واستطاعت رکھنے والا ہو۔

۳: امام وہ ہے جو اصلاح عالم کے لئے انتظامی تدابیر پر قدرت رکھنے والا ہو۔

ایسے شخص کو لغتِ عرب میں ''راعٍ'' کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ امام لوگوں پر ''راعٍ'' مطلب حکمران ہوتا ہے۔ کیا رجسٹرڈ فرقہ کے امام میں ایسی قدرت و استطاعت پائی جاتی ہے؟ یقیناً نہیں پائی جاتی تو پھر یہ کس بنیاد پر ''امام'' ہونے کا دعویٰ

کرتے ہیں؟ بہر حال حدیث بالا ،لغوی بحث اور خود اپنی ہی تصریحات وتوضیحات کے مطابق یہ لوگ مخالفتِ حدیث پر کمر بستہ اور مصر ہیں۔

اگر یہ لوگ واضح غلط بیانی کے مرتکب ہو کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے امام امیر فرقہ رجسٹرڈ میں یہ ساری صلاحیتیں موجود ہیں تو پھر ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ پھر وہ اپنے ملک کم از کم اپنے شہر کراچی سے شرک وبدعات کا قلع قمع کیوں نہیں کرتے؟ اقامتِ صلاۃ وزکوٰۃ کیوں نہیں کرتے؟ فحاشی وعریانی کے ٹھکانے ختم کیوں نہیں کراتے؟ ظلم وجور کے غیر اسلامی نظام کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے؟ یقیناً یہ سب کچھ ان کے بس کی بات نہیں کہ فی الحال یہ اس پر اختیار نہیں رکھتے تو اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ رجسٹرڈ فرقے کا امام بھی دیگر جماعتوں اور تنظیموں کے امام کی طرح بے بس ومجبور اور محکوم ہی ہے، راعٍ یعنی حکمران نہیں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ امام ''راعٍ'' مطلب حکمران ہوتا ہے۔ جب یہ تمام تنظیموں کے امراء حکمران نہیں تو لوگوں کے امام بھی نہیں ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

جب ان کے سامنے یہ حدیث رکھی جائے تو کہتے ہیں: اس حدیث میں آگے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ''مرد اپنے اہل بیت پر حکمران ہے اور اس سے اس کے اہل بیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ عورت اپنے شوہر کے اہل بیت اور اس کی اولاد پر حکمران ہے۔ ان کے پاس بھی تو حکومت نہیں ہوتی۔''

جواب: بلاشبہ حدیث میں یہ باتیں بھی ہیں، لیکن غور سے دیکھئے اس میں جن لوگوں کو جس چیز کا حکمران بتایا گیا ہے ان کا دائرہ حکومت بھی بیان فرما دیا گیا۔ مرد اپنے گھر والوں پر حکمران اس گھر والوں پر معروف میں اس کی اطاعت لازم ہے۔ گھر سے باہر والوں پر نہیں اس طرح دیگر مذکور لوگوں کا معاملہ ہے۔ مگر امام تو تمام لوگوں پر حکمران ہوتا ہے اس کا دائرہ کار اور حکومت محدود نہیں وسیع ہے۔ جو دیگر نصوص سے ثابت ہیں، ان شاء اللہ وہ عنقریب بیان کی جائیں گی۔

سیدنا ابوبکر صدیق ♦ اور امام کا مفہوم

مسعود صاحب نے لکھا: ''حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''امام سے وہی لوگ مراد ہیں جو لوگوں پر حاکم ہوتے ہیں''(صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۶۸۷ بحوالہ صحیح البخاری)

جو بات رسول اللہ e نے بیان کی بالکل وہی بات سیدنا ابوبکر صدیق t نے بیان کی کہ ''امام جو لوگوں پر حاکم ہو''اور محکوم تو حاکم قطعاً نہیں ہوتا۔ لیکن رجسٹرڈ فرقہ پرست ان تصریحات کے برعکس ایک محکوم محض شخص کو امام بنائے بیٹھے ہیں۔ المختصر کہ ان کا مؤقف قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ جماعت سے مراد اسلامی حکومت اور امام سے مراد مسلم حکمران ہے۔ مزید وضاحت کے لئے درج ذیل عنوان ملاحظہ کیجئے:

امیر کے حقوق (رعایا کے فرائض)

مسعود صاحب نے اپنی منہاج میں عنوان بالا کے تحت چند احکامات لکھے ہیں، ان سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر یا امام کسے کہتے ہیں:

۱: **مسعود صاحب نے لکھا: ''رعایا کو چاہئے کہ امیر کی اطاعت کرے خواہ امیر حبشی غلام ہو اور بدصورت ہی کیوں نہ ہو''** (منہاج ص ۶۷۲)

اس کے ثبوت میں مسعود صاحب نے حاشیہ نمبر ۳ میں سورۂ نساء: ۵۹ اور صحیح بخاری کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

۲: **اسی طرح لکھا: ''امیر اگر حق تلفی بھی کرے تو رعایا کو چاہئے کہ اس کا حق اسے دے۔''** (منہاج ص ۶۷۴ بحوالہ صحیح بخاری)

ان دونوں مقامات پر نقل کردہ احادیث میں امیر کا اور رعایا کا ذکر ہے، امیر حاکم ہوتا ہے اور رعایا محکوم ان بلکہ کسی بھی حدیث میں تیسری قسم ''محکوم حاکم''، یعنی وہ شخص جو خود کسی رعایا میں شامل ہوتے ہوئے بھی ''حاکم'' ہونے کا مدعی ہو، اس کا ذکر نہیں۔

من ادّعی فعلیه البیان

رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کے امام اشتیاق صاحب حاکم تونہیں اوران کے محکوم ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ موصوف ''حدود آرڈیننس'' کے ایک کیس میں کچھ عرصہ جیل کی ہوا بھی کھا چکے ہیں، جب پاکستانی عدالت میں ان پر کیس بنا، عدالت نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کئے تو وہ جیل میں ڈال دیئے گئے، اگر وہ حکومت پاکستان کے محکوم نہ ہوتے تو جیل میں کبھی نہ ڈالے جاتے۔ تو محکوم شخص حاکم نہیں ہوسکتا۔

۳: مسعود صاحب نے لکھا:

> **''حکام سے دور رہے، جھوٹ میں اُن کی تصدیق نہ کرے، ظلم میں ان کی مدد نہ کرے۔''** (منہاج ص:۶۷۲)

ثبوت کے طور پر مسعود صاحب نے حاشیہ نمبر: میں دو احادیث نقل کی ہیں، ایک میں ''امراء'' کا لفظ ہے اور دوسرے میں ''سلطان'' کا۔ امراء امیر کی جمع ہے۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ امیر حاکم کو کہتے ہیں۔

رعایا کے حقوق (امیر کے فرائض)

یہ عنوان بھی مسعود صاحب کا قائم کردہ ہے اس کے تحت جو احکام لکھے ہیں ان سے بھی خوب وضاحت ہوتی ہے کہ امیر حاکم کو کہتے ہیں نہ کہ محکوم کو۔

ا: **اقامت صلوٰۃ...!** مسعود صاحب نے لکھا:

> **''امیر کو چاہئے کہ رعایا میں نماز کی اقامت کا انتظام کرے، زکوٰۃ کی وصولیابی کا بندوبست کرے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔''**

(منہاج ص۶۷۵)

اس کی دلیل جو مسعود صاحب نے نقل کی حاشیہ نمبر ۴ میں وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (منہاج ص۶۷۵)

مسعود صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا:

> **''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر اللہ زمین میں ان کو استحکام و غلبہ عطاء کرے تو یہ نماز کو قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں، نیک بات کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔''**

(تفسیر قرآن عزیز:۶/۸۸۶)

اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا: ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر صحابہ کرام کے دور خلافت کی تعریف فرمائی ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ صحابہ کرام کے دور خلافت میں اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا معقول انتظام تھا، صحابہ کرام معروف کاموں کا حکم دیتے تھے اور برے کام سے روکتے تھے۔'' (حوالہ بالا ص ۹۰۷)

بلاشبہ اس آیت کا اولین مصداق صحابہ کرام y ہی تھے، مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' میں یہ آیت نقل کر کے انجانے میں ہی سہی یہ ثابت کر دیا کہ امیر وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس ''خلافت'' ہو۔ زمین پر استحکام و غلبہ حاصل ہو، جس نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا نظام قائم کر رکھا ہو۔ اس حقیقت سے مسعود صاحب بھی بخوبی آگاہ تھے یہی وجہ ہے کہ اپنی منہاج میں ''خلافت علی منہاج النبوت'' کے تحت لکھا:

''خلافت علی منہاج النبوت کی علامت یہ ہے کہ دین مستحکم ہو، امن وامان قائم ہو، اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہو اور صرف اللہ اکیلے کی حکومت قائم ہو، اس کے قانون و اطاعت میں کسی دوسرے کی شرکت نہ ہو پوری سلطنت میں اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔ نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ قائم ہو نیک باتوں کا حکم دیا جاے اور بری باتوں سے روکا جائے۔''

پھر حاشیہ نمبر:۳ میں سورۃ النور:۵۵ اور الحج:۴۱ نقل کر دی۔ (منہاج ص ۶۷۱)

دیکھئے جو آیت (الحج:۴۱) خلیفہ وخلافت کی ذمہ داریاں ثابت کرتی ہے وہی آیت ''امیر کے فرائض'' بھی ثابت کرتی ہے، مسعود صاحب کے اپنے طرز عمل سے واضح ہو جاتا ہے ''خلافت وامارت'' یا ''امیر وخلیفہ'' دو مختلف ومتضاد چیزوں کا نام نہیں بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں فرق ثابت کرنا خود ساختہ بات ہے۔

سودخوروں سے جنگ

۲: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے مزید لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا میں سے جو لوگ سود لینا شراب پینا نہ چھوڑیں ان سے جنگ کرے۔'' (منہاج ص ۶۷۵)

بات تو بالکل واضح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لئے جناب نے دلیل کیا نقل کی، تا کہ امارت وخلافت کا خود ساختہ فرق اور امارت کا مصنوعی تصور منہدم ہو۔ مسعود صاحب نے اس کی دلیل میں کہا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾

(البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹) اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو تو سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سُن لو' (ترجمہ از مسعود احمد، تفسیر قرآن عزیز ج ا ص ۱۰۳۳)

اسی آیت کی تفسیر میں مسعود صاحب نے لکھا:

''تمہارے لئے اعلان جنگ ہے، تم جنگ کے لئے تیار رہو، اسلامی حکومت میں سودی کاروبار جاری رہے یہ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو باغی قرار دے کر ان کے خلاف سخت کارروائی کرے اور اگر فوج کشی کی ضرورت پیش آ جائے تو اس میں بھی کوتاہی نہ کرے'' (حوالہ بالا ج ا ص ۱۰۳۵)

قارئین کرام! غور کیجئے مسعود صاحب نے اپنی منہاج میں ''شراب وسود خوروں سے جنگ، امیر کے فرائض'' میں لکھ کر امیر کی ذمہ داری بتلائی اور تفسیر میں ''اسلامی حکومت'' کا فرض قرار دیا، کیا اس سے واضح نہیں ہو جاتا کہ ''امیر'' اسلامی حکومت کے سربراہ کو کہتے ہیں، جس کے پاس قوت وغلبہ ہو۔ یہ سب کچھ کرنے کا اختیار ہو، تنظیم و پارٹی کے سربراہ کو نہیں کہتے جو خود محکوم ہو۔ افسوس ہے کہ اس حقیقت سے آگاہی کے باوجود مسعود صاحب خود کو امیر، امام اور سلطان باور کراتے تھے نئے امیر کا بھی اپنے بارے میں یہی خیال ہے، لیکن اسلامی حکومت نہ ان کے پاس تھی نہ ان کے نئے امیر کے پاس، ''امیر کے فرائض'' نہ مسعود صاحب نے ادا کئے نہ نئے امیر صاحب ان فرائض کو ادا کرنے کے موڈ میں ہیں، چونکہ اس کی قوت ہی نہیں رکھتے۔

سوچیے! ایک معلم کا فریضہ ہے کہ وہ طلبا کو تعلیم دے لیکن جو معلّمی کے منصب کا مدعی ہو لیکن پڑھانے، تعلیم دینے کی صلاحیت سے محروم ہو، کیا کوئی عقل مند آدمی اسے ''معلم'' کہے اور سمجھے گا؟ یقیناً نہیں، تو جو اس کے مقابلے

میں کئی گنا بڑھ کر ''امیر'' ہونے کا مدعی ہو اور ''امیر کے فرائض'' وذمہ داریاں ادا کرنے سے بالکل قاصر وعاجز ہو اسے شرعی ''امیر'' کہنا، سمجھنا اور باور کرانے کی کوشش کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ حالانکہ ایک معلم کی ذمہ داری تو صرف گنتی کے چند طلبا تک محدود ہوتی ہے اور رجسٹرڈ فرقہ کے امام تو ''امیر کل عالم'' ہونے کے مدعی ہیں۔

فوج و پولیس کے محکمے

۳: ''امیر کے فرائض'' میں سے ایک فرض بیان کرتے ہوئے مسعود صاحب نے لکھا:

''امیر کو چاہئے کہ فوج اور پولیس کے محکمے قائم کرے۔'' (منہاج ص ٦٧٧)

اشتیاق صاحب اور ان کے رجسٹرڈ فرقے کے لوگ مدعی ہیں کہ اشتیاق ان کے امیر ہیں۔

بتایئے ان کی فوج کے محکمے کہاں ہیں، فوج کا G.H.Q ''جنرل ہیڈ کوارٹر'' کہاں ہے؟ اور ان کی پولیس کے تھانے اور دفاتر کہاں ہیں؟ فوج و پولیس کے سربراہ کون ہیں؟ اور جب حکومت پاکستان کی پولیس اشتیاق صاحب کو گرفتار کر کے لے گئی اور جیل میں ڈال دیا تھا تو اشتیاق صاحب کی فوج اور پولیس والے کہاں تھے؟ اگر رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کی فوج اور پولیس کے محکمے نہیں اور یقیناً نہیں تو جواب دیں کہ ان کا امیر اپنا یہ فرض کیوں ادا نہیں کرتا؟

اونچی قبریں اور امیر کا فرض

۴: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ مورتوں کو توڑنے اونچی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا انتظام کرے۔'' (منہاج ص ٦٧٧)

یہ ''انتظام'' کیسے ہوگا، اس کا طریقہ کیا ہے؟ مسعود صاحب نے حاشیے کے ذریعے سے اس حکم کی دلیل میں جو حدیث نقل کی اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

"عن ابی الهیاج الاسدی عن عَلِيٍّ قال ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ لا تدع تمثالاً الاّ طمسته ولا

قبرًا مشرفا الاّ سويته (صحيح مسلم) " (منہاج ص ۶۷۷)

(ترجمہ) ابوالھیاج الاسدی ♋ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی ♦ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ♏ نے مجھے بھیجا (جاؤ) تم کسی بت کو توڑے بغیر اور کسی اونچی قبر کو برابر کیے بغیر نہ چھوڑنا۔"

ملک بھر کے قبرستانوں کی طرح شہر کراچی میں بھی اونچی قبروں کی بھرمار ہے۔ کتنے ہی شاپنگ سینٹر ہیں جن میں مورتیوں اور پتلیوں کا طومار ہے۔ رجسٹرڈ فرقے کے امام جو امیر ہونے اور خلیفہ جیسے حقوق حاصل ہونے کے مدعی "امیر کل عالم" کہلاتے ہیں۔ مگر مجبور اتنے ہیں کہ اپنے شہر کی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے، آخر کیوں وہ دیگر فرائض کی طرح اپنا یہ فریضہ بھی ادا نہیں کر رہے؟

سرکاری عہدے اور امیر

۵: اسی ضمن میں مسعود صاحب نے لکھا: "امیر کو چاہیے کہ اس شخص کو سرکاری عہدہ نہ دے جو اس کا طلب گار ہو۔" (منہاج ص ۶۷۷، ۶۷۸)

"سرکاری عہدہ" کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے پہلے "سرکار" کا مطلب دیکھئے، علمی لغت میں لکھا ہے:

"سرکار، حکومت، سلطنت، گورنمنٹ (۲) دربار شاہی (۳) سردار، حاکم..." (علمی اردو لغت ص ۹۰۶)

"سرکاری عہدہ" کا مطلب ہوگا حکومتی اور گورنمنٹ کے عہدے، جب حکومت ہی نہیں تو حکومتی عہدے کیا ہوں گے، اور کیا کسی کو دیں گے۔ تنظیمی اور پارٹی عہدوں کو "حکومتی عہدے" سمجھنا دل کے بہلاوے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا... بہر حال مسعود صاحب کی اس تحریر سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ "امیر" کسے کہتے ہیں۔

حدود و تعزیرات

۶: "امیر کے فرائض" بیان کرتے ہوئے مسعود صاحب نے لکھا:

"حدود اللہ کے علاوہ کسی جرم میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے۔"

(منہاج ص ۶۷۶)

بات واضح ہے کہ ''حدود وتعزیرات'' کا نفاذ بھی امیر کی ذمہ داری ہے، اور اس میں قصاص دیت، چوری، زناوغیرہ کی سزائیں بھی شامل ہیں۔ البتہ جس جرم کی سزا دین میں مقرر نہیں اس میں دس سے زیادہ کوڑے نہ مارے اور ایسی سزا کو تعزیر کہتے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ رجسٹرڈ فرقے کے ''امیر کل عالم'' حدود وقصاص اور دیت کے احکام بھی نافذ نہیں کرتے۔

جزیہ

۷: مسعود صاحب نے لکھا:

''اگر کفار اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔''

(منہاج ص۶۷۹)

دیگر تمام کاغذی جماعتوں کے کاغذی امراء کی طرح رجسٹرڈ فرقہ پرستوں کے امیر کے بھی بس میں نہیں ہے کہ وہ یہ کام کرسکیں، اگرچہ ''امیر کلِّ عالم'' ہونے کا زعم ہو۔

قیمتیں مقرر کرنا

۸: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''رعایا کو کسی خاص نرخ پر بیچنے پر مجبور نہ کرے'' (منہاج ص۶۷۶)

''امیر'' ایسا تب کرسکتا ہے جب اس کے پاس طاقت وقوت ہو اور تب ہی اسے اس کام سے روکا جاسکتا ہے، لیکن جب وہ خود ہی مجبور ومحکوم ہو تو کسی کو کیا مجبور کرسکتا ہے؟!

خلاف شرع کام اور امیر

۹: ''امیر کے فرائض'' میں مسعود صاحب نے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا کے دینی ودنیوی امور کی نگرانی کرے، رعایا کو خلاف شرع کام کرنے سے باز رکھے۔'' (منہاج ص۶۷۶)

کون نہیں جانتا کہ معاشرے میں خلاف شرع کاموں کی کثرت ہے، مسعود صاحب کے بیان کے مطابق

ان تمام کاموں سے روکنا، باز رکھنا ''امیر'' کا فرض ہے۔ لیکن ان کا امیر اس سلسلے میں کچھ کرنے سے قاصر ہے۔

شراب خوروں سے جنگ

۱۰: مسعود صاحب نے ''امیر کے فرائض'' بیان کرتے ہوئے لکھا:

''امیر کو چاہیے کہ رعایا میں سے جو لوگ...شراب پینا نہ چھوڑیں اُن سے جنگ کرے۔''

اس کی دلیل میں مسعود صاحب نے سنن ابی داود کی حدیث (۳۶۸۳) نقل کی جس میں گندم کی شراب کے متعلق دیلم الحمیری t نے کہا:

"النَّاسُ غيرُ تارِكِيْهِ ، قال: اِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ "

لوگ اسے نہیں چھوڑیں گے تو نبی m نے فرمایا: اگر وہ اسے نہ چھوڑیں تو ان سے قتال (جنگ) کریں۔

مسعود صاحب نے لکھا: ''سندہ صحیح''

سوال پھر وہی اٹھتا ہے کہ ہمارے ملک میں ہر جگہ شراب کے اڈے ہیں، شراب عام بکتی ہے، شراب پینے والوں کی بھی کثرت ہے۔ مسعود صاحب نے خود کو ''امیر کل عالم'' سمجھتے ہوئے بھی شرابیوں سے جنگ نہیں کی نہ اشتیاق صاحب ہی کر رہے ہیں۔ تو یہ امیر کیسے ہوئے؟

قارئین کرام! امیر کے فرائض و ذمہ داریوں سے متعلق یہ دس شرعی احکامات خود رجسٹرڈ فرقہ کے بانی مسعود صاحب کے قلم سے آپ کے سامنے ہیں، ان میں سے ایک آدھ استدلال پر مسعود صاحب سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے لیکن ''امیر کے فرائض'' پر مبنی ان احکامات کا غالب حصہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ ان فرائض سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے ''امیر'' حاکم وقت کو کہتے ہیں، جس کے پاس امارت وحکومت ہو، قوت وغلبہ اور اقتدار ہو۔ جس کے ذریعے سے وہ اپنی تمام ذمہ داریاں اور فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ جو ان فرائض کو ادا کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو محکوم، مغلوب اور مجبور ہو وہ امیر نہیں ہوسکتا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال: اگر کوئی رجسٹرڈ فرقہ پرست یہ کہہ دے کہ مسعود صاحب واضح کر چکے ہیں کہ ''ہر خلیفہ امیر یا امام ہوتا ہے لیکن ہر امیر یا امام خلیفہ نہیں ہوتا''

(امیر کی اطاعت ص ۲۱، طبع جدید)

لہٰذا ''امیر کے فرائض'' میں مذکور احکام خلیفہ کی ذمہ داریاں ہیں ''امیر'' کی نہیں۔

جواب: مسعود صاحب کی یہ بات ''کلمۃ حق اُرید بہ الباطل'' کے مصداق ہے۔ چونکہ مطلقاً امیر سے مراد خلیفہ وسلطان ہی ہوتا ہے اور ہر امیر جو خلیفہ نہیں ہوتا وہ امیر وخلیفہ کی طرف سے مقرر کسی مہم لشکر یا علاقے کا امیر ہوگا تو اس صورت میں وہ خلیفہ نہیں ہوگا۔ مسعود صاحب کے مقلد احادیث سے جو بھی مثال پیش کریں گے وہ اس صورت سے خالی نہیں ہوگی، ان شاءاللہ! جو چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مسعود صاحب امیر وامام اور خلیفہ میں فرق کے قائل تھے۔ اس کے باوجود بھی ہماری نقل کردہ تمام ذمہ داریاں اور فرائض مسعود صاحب نے ''امیر کے حقوق'' اور ''امیر کے فرائض'' میں بیان کئے ہیں۔ ''خلیفہ کے حقوق'' اور ''خلیفہ کے فرائض'' میں ہیں۔ اگر کوئی مدعی سست گواہ چست کا مصداق بنتے ہوئے مندرجہ بالا اشکال پیش کرے بھی تو وہ یاد رکھے کہ مسعود صاحب نے ''امیر کے حقوق'' میں ہی یہ ''مسئلہ'' بھی لکھا: ''امیر اگر حق تلفی بھی کرے تو رعایا کو چاہیے کہ اس کا حق اسے دے (یعنی اس کی اطاعت کرے، زکوٰۃ دے وغیرہ وغیرہ)'' (منہاج ص ۶۷۴)

اور ''امیر کے فرائض'' میں لکھا: ''امیر کو چاہے کہ رعایا میں نماز کی امامت کا انتظار کرے، زکوٰۃ کی وصولیابی کا بندوبست کرے نیکی کا حکم کرے، بُرائی سے روکے''

(منہاج ص ۶۷۵)

تو پھر زکوٰۃ وصول کرنا بھی ''خلیفہ'' کا حق ہوگا۔ اگر امیر رجسٹرڈ فرقہ زکوٰۃ وصول کرنا اپنا حق سمجھے اور باقی فرائض خلیفہ کے ذمے ڈال دے تو اس کا واضح مطلب ہوگا کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔

سوال نمبر۱: اگر رجسٹرڈ فرقے کے مفروضہ کے مطابق امیر اور خلیفہ دو مختلف عہدوں کے نام ہیں تو مسعود احمد نے ''امیر کے حقوق'' اور ''امیر کے فرائض، خلافت اور اس کے متعلقات'' میں کیوں لکھے؟

سوال نمبر۲: اگر آپ کے مفروضہ کے مطابق دو مختلف عہدے ہیں تو مسعود صاحب نے ''خلیفہ کے حقوق و

فرائض''علیحدہ بیان کیوں نہیں کیے؟اگر ان سے بھول ہوئی تو رجسٹرڈ فرقہ نے اس کی تلافی کیوں نہیں کی؟

قارئین کرام!''امیر کے فرائض'' آپ کے سامنے ہیں، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے بیان کرنے والے مسعود صاحب نے کس طرح ان کی ادائیگی سے قاصر ہونے کا اعتراف کیا۔لکھا ہے:

''**اعتراض نمبر۲:** امیرِ جماعت کی اطاعت اگر فرض ہے تو وہ شرعی سزائیں کیوں نہیں نافذ کرتا۔

جواب: اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلّف بنایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی طاقت کے مطابق۔(البقرہ:۲۸۶)لہٰذا امیرِ جماعت اپنی طاقت کے مطابق کام کرے گا۔''

(امیر کی اطاعت ص۲۱،طبع جدید ص۲۱،آئینہ دار ص۲۳۵)

جواب الجواب: پہلے جواب کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور بقول مسعود صاحب''اللہ تعالیٰ ایسا حکم دیتا ہے جو بندہ کر سکے اور اس کی طاقت سے باہر نہ ہو''

(تفسیر قرآن عزیز۱/۱۰۷۱)

اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے''امیر'' کو چند امور کا مکلّف ٹھہرایا ہے، رجسٹرڈ فرقہ کی منہاج اس بات کی گواہ ہے،''امیر کے فرائض'' کا مطالعہ کر لیجیے۔اب جو ان فرائض کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ امیر بھی نہیں ہو سکتا۔اس کا امیر بننا اور اسے امیر سمجھنے کا مطلب یہ کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ بھی تکلیف دیتا ہے۔اس سے کئی آیات کی تکذیب لازم آتی ہے۔مسعود صاحب نے لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود ہی کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (الانعام:۱۵۲،الاعراف:۴۲،المؤمنون:۶۲) ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے لیکن اس کی طاقت کے مطابق''(تفسیر قرآن عزیز۱/۱۰۷۰)

اللہ تعالیٰ نے امیر کی اطاعت فرض کی تو اسے چند اضافی فرائض کا مکلّف بھی بنایا اگر اس میں طاقت نہ ہوتی تو مکلّف نہ بنایا جاتا۔جب اللہ تعالیٰ نے مکلّف بنایا ہے تو امیر کو یہ فرائض انجام دینے ہوں گے اپنی کمزوری کا عذر پیش کرنا لغو ولایعنی ہے۔اب آیئے ان کے دوسرے جواب کی طرف۔مسعود صاحب نے لکھا:

''دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ امیر جماعت خلافت کے حصول کے لئے جدوجہد کرتا ہے لہٰذا اس جدوجہد کے زمانہ میں اس سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا بالکل لغو ہے۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے اور بی، اے میں پڑھنے والا بھی طالب علم ہے۔ تیسری جماعت میں پڑھنے والا کوشش کر رہا ہے کہ وہ بھی بی، اے کا طالب علم بن جائے لیکن ابھی بنا نہیں تو کیا اس تیسری جماعت کے طالب علم سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بی، اے کے پرچے حل کرے۔ ہرگز نہیں دونوں میں محض طالب علم ہونے کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں کہ تیسری جماعت کا طالب علم بی، اے کے پرچے حل کرے۔ بالکل اسی طرح امیرِ جماعت بھی امیر ہوتا ہے اور خلیفہ بھی امیر ہوتا ہے تو کیا امیر جماعت سے اس حال میں کہ وہ خلیفہ بننے کی کوشش کر رہا ہو یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کے فرائض انجام دے، ہرگز نہیں۔ محض امارت کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں ہوسکتی کہ ہر امیر سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے۔''

(امیر کی اطاعت ص ۲۱۔۲۲، اشاعت جدید ص۱۲، آئینہ دار ص ۲۳۵۔۲۳۶)

جواب سے پہلے ہم یہ عرض کر دیں کہ جب مسعود صاحب مخالفین کی جانب سے مثال سنتے یا دیکھتے تو فرماتے: ''صلاح الدین صاحب! ہم ایسی مثالوں سے مرعوب نہیں ہوتے اور نہ انہیں دلیل کا درجہ دیتے ہیں۔''

(الجماعۃ ص ۳۳)

اگر ''مرعوب نہیں ہوتے'' تو مثالیں دے کر مرعوب کرنے کی کوشش کیوں کرتے تھے؟ جب دلیل کا درجہ نہیں دیتے تو مثال بیان کیوں کرتے ہیں؟ سمجھانے کے لئے۔ تو جناب دوسرے بھی سمجھانے کے لئے ہی ایسا کرتے ہیں۔ بہرحال ہم بھی اس بچگانہ مثال سے مرعوب نہیں ہوئے۔ البتہ اس کی وضاحت کئے دیتے ہیں۔

دوسرے جواب کا جواب: مسعود صاحب کا دوسرا جواب بھی خود ان کے خلاف ہے۔

چونکہ اپنی اس مثال کے مطابق مسعود صاحب ''تیسری جماعت کے طالبعلم'' کے مصداق تھے، اور بڑی التجائیں کرتے کہ مجھ سے بی، اے (B.A) کے پرچے مت حل کراؤ... بلاشبہ تیسری جماعت کے عام طلباء سے ''بے، اے'' کے پرچے حل کرنے کا مطالبہ درست نہیں، لیکن تیسری جماعت کا ایسا طالبعلم ''بی، اے'' کے طالب علم جیسے حقوق، اخراجات اور حیثیت کا پرزور دعویٰ و مطالبہ کرنے لگ جائے محض طالب علم ہونے کی یکسانیت کی بنا پر اور درجات کے تفاوت کو یکسر نظر انداز کر دے تو سوچئے ایسے نادان طالب علم کو اس کی اصل حیثیت و کیفیت یاد دلانے

اور سمجھانے کے لئے اس سے ''بی،اے'' کے پرچے حل کرانے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ مطالبہ درست ہوگا یا غلط؟ یقیناً کیا جاسکتا ہے اور یہ مطالبہ درست ہی ہوگا۔ تو اس مطالبہ کے بعد جوں ہی وہ ضدی یا نادان طالب علم اپنی بے بسی و عجز کا اظہار کرے کہ جی میں تو ابھی بچہ ہوں اور صرف ''تیسری جماعت کا طالب علم'' ہوں بھلا یہ پرچے میں کیسے اور کس طرح حل کرسکتا ہوں؟؟؟؟!!!

تو تب اُسے کہا جائے گا کہ جناب! جب آپ ''بی،اے'' کے پرچے حل نہیں کرسکتے، اور یقیناً نہیں کرسکتے تو پھر آپ کو ''بی،اے'' کے طالب علم جیسے حقوق، درجات واخراجات کے مطالبے سے بھی یکسر باز رہنا چاہیے، یہ مطالبہ چھوڑ دیجئے کہ ابھی آپ اس لائق ہوئے نہیں ہیں، جب ہوں گے نا، تب کیجئے گا، بصد شوق لکھیے گا اور من کی مراد پا لیجئے گا۔ **اذ لیس فلیس!!!**

بس اسی طرح ہر مجبور، بے بس، عاجز، لاچار، بے اختیار، بے اقتدار مأمور اور محکوم شخص جو مسعود صاحب کی طرح خود مثالیں دے دے کر اپنی بے بسی و بے اختیاری کا رونا روئے اور بقول خود ''خلیفہ بننے کی کوشش کر رہا ہو'' اور درحقیقت ''خلیفہ'' کے ایک نقطے سے بھی میلوں اور کوسوں دور ہو، لیکن ''شاہانہ شوق'' کا یہ عالم ہو کہ وہ ان تمام حقوق اور درجات کا مطالبہ کر بیٹھے جو دین اسلام میں ایک ''خلیفہ/حکمران'' کے لئے مقرر و مختص کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ مسعود صاحب نے دعویٰ کیا بھی، جب یہ لکھا:

> ''جماعت کے سربراہ کو وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو شریعت نے امیر یا امام کے لئے متعین کئے ہیں''

(امیر کی اطاعت ص ۳، طبع جدید ص ۱۶، آئینہ دار ص ۲۴۳)

تو ایسے ہر محکوم امیر سے ضرور بالضرور یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ جناب ''امیر کے فرائض'' انجام دو۔ تو جیسے ہی وہ کچھ ایسا جواب دے جیسا مسعود صاحب نے دیا، جب لکھا: ''محض امارت کی یکسانیت اس بات کی متقاضی نہیں ہوسکتی کہ ہر امیر سے خلیفہ کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے'' (حوالہ بالا)

تو جواباً کہہ دیا جائے کہ پھر محض ''لفظی یکسانیت'' وہ بھی محض آپ لوگوں کے مفروضہ کے مطابق کس طرح اس بات کی متقاضی ہوسکتی ہے کہ اسے وہ تمام اختیارات حاصل ہوں جو دین اسلام میں ایک واقعی امیر و امام کے لئے متعین کئے گئے ہیں؟ تعجب بالائے تعجب!!! جب حقوق وفرائض ادا کرنے کی باری آئے تو (اپنے مفروضہ کے

مطابق)محض ''لفظی یکسانیت''، تو اس بات کی متقاضی نہ ہو کہ فرائض انجام دیئے جائیں۔لیکن جوں ہی حقوق لینے ،اطاعت کرانے کی باری آئے تو محض ''لفظی یکسانیت'' ہی تمام حقوق حاصل کرنے کا کافی وشافی ''متقاضی'' بن جائے اور دوہرا معیار اپناتے ہوئے سب کچھ کا مطالبہ بھی کر دیا جائے، بہت خوب! لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور۔ سنیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (المطففین : ١۔٥)

''بڑی ہلاکت ہے ناپ طول میں کمی کرنے والوں کے لئے، وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔اور جب لوگوں کو ماپ کر یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ایک بہت بڑے دن کے لئے۔جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

مسعود صاحب کا دوہرا معیار تو دیکھیں جب ''فرائض امیر'' کے ادائیگی کا مطالبہ ہوا تو ''تیسری جماعت کے طالب علم'' کے مصداق بنتے ہوئے ''بی ،اے'' کے پرچے حل نہ کرانے کی التماس کی اور جوں ہی اختیارات کی باری آئی تو شریعت میں امام مطلب خلیفہ کے لئے متعین تمام اختیارات کے حصول کا اعلان کر دیا۔بہر حال مسعود صاحب کی بیان کردہ ''مثال'' کے نام پر انتہائی کمزور اور بودھی دلیل سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ''امیر کل عالم'' صاحب کی بے بسی و عجز کا کیا ''عالم'' تھا۔ایسی ہی کچھ حالت ان کے نئے امیر کی ہے، ان کا بیان ملاحظہ ہو، لکھا ہے: ''ہمیں بھی رفتہ رفتہ حکومت دے دے گا، حکومت قائم کرنے کے لئے وقت لگتا ہے'' (ایک معترض کے اعتراضات)

لیجئے، حکومت رفتہ رفتہ ملے گی، فی الحال امید ہی ہے لیکن حاکم جیسے اختیارات اور اپنی اطاعت کے مدعی و داعی ابھی سے بنے بیٹھے ہیں۔

آمدم برسر مطلب!

قائین کرام! ''امیر کے حقوق'' اور ''امیر کے فرائض'' پر اس تفصیلی گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ ہر ایک فرد بآسانی

سمجھ لے کہ امیر یا امام کسے کہتے ہیں، یہ کس منصب وعہدے کا نام ہے، امید ہے کہ خوب سمجھ آئی ہوگی کہ امام اور امیر حکمران ہوتا ہے۔ جب جماعت: دین نافذ کرنے والی حکومت کو کہتے ہیں اور امام یا امیر: حکمران کو تو حدیث: "تلزم جماعة المسلمین و امامھم" (ترجمہ) مسلمین کی جماعۃ اوران کے امام کولازم پکڑو سے مراد اسلامی حکومت اور مسلم حکمران ہے جو اللہ کے دین کو بالفعل نافذ کئے ہوئے ہو۔ کسی غیر اسلامی یا اسلامی حکومت کا محکوم و ماموراور رعایا میں شامل فرد امام یا امیر قطعاً نہیں، اسی طرح اس کی پارٹی و تنظیم بھی احادیث میں مذکور ''جماعۃ'' یقیناً نہیں۔ الحمد للہ یہ ایک ایسی ٹھوس اور واضح حقیقت ہے کہ رجسٹرڈ فرقہ پرست کا لٹریچر بھی اس پر ببانگ دہل گواہی دے رہا ہے۔

اور یہی وہ لٹریچر ہے کہ جس کے بارے میں مسعود صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ

''جماعت المسلمین ببانگ دہل یہ کہتی ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا انکار کفر ہے۔'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص ۵)

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اپنے ہی پیش کردہ لٹریچر کا انکار کر کے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں یا تسلیم کر کے اسلام پر عمل کرتے ہیں، باقی کمزور امیر کے سلسلے میں ان کے کیا دلائل ہیں؟ ان کا جائزہ اپنے مضمون ''کمزور امیر، فرمانِ رسول ﷺ اور رجسٹرڈ فرقہ'' میں لیں گے۔ ان شاء اللہ

****